امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ دعوت وتبلیغ کے بنیادی اصول
■ بدگمانی ایک نفسیاتی بیماری
■ مسلمانوں کا اپنا محاسبہ کرنا چاہئے
■ کمال انسانی کی دو بنیادیں
■ اجتماعی کاموں میں ایک......
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۱۸؍ جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق یکم جنوری ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر: 01

بین السطور

بدنگاهی - ایک نفسیاتی بیماری

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

انسان فطری طور پر حسن وجمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اگر یہ حسن وجمال عورتوں میں ہوں تو دوسرے اسباب وعوامل کی وجہ سے یہ معاملہ کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ جاتا ہے، اقبال کے لفظوں میں ''اعصاب پر عورت'' سوار ہو جاتی ہے، اس شہوانی خواہشات اور نفسیاتی بیماری کو قابو میں کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے بدنگاہی پر روک لگائی اور نگاہوں کو نیچی رکھنے کا حکم دیا پھر چوں کہ یہ بیماری مردوں میں زیادہ ہوتی ہے، اس لیے عورتوں کو حکم دینے سے پہلے مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، چونکہ بدنگاہی ایک نفسیاتی بیماری ہے، اس کا مریض لوگوں کی نگاہ میں کم آتا ہے، اس لیے اللہ نے اپنی باخبری کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، اس کے بعد عورتوں کو بھی نیچی نگاہ رکھنے کا حکم دیا، شرم گاہ کی حفاظت کی تلقین کی اور پھر انہیں حجاب کا حکم دیا، اس کے دائرے کو بتایا اور کن لوگوں کے سامنے وہ بے حجاب رہ سکتی ہیں، ان کی تفصیلات بیان کیں، ان تمام اسباب پر بھی قدغن لگائی گئی، جن کی وجہ سے بدنگاہی کی طرف طبیعت مائل ہوا کرتی ہے، اللہ رب العزت نے بدنگاہی پر جو پابندی لگائی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن چیزوں یا اعضا کی طرف مطلقاً دیکھنا جائز نہیں ہے، اس طرف بالکل نہ دیکھیں اور جن کی طرف دیکھنا تو جائز ہے، لیکن شہوت سے دیکھنا ممنوع ہے، اس میں شہوانی نظر سے پرہیز کریں۔ اس سلسلہ میں سورہ نور کی آیت تیس اور اکتیس میں واضح اصول بیان کیے گیے ہیں جو عصمت وعفت کی حفاظت اور فواحش ومنکرات سے بچنے کے لیے انتہائی ضروری ہیں، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''نگاہ پست اور نیچی رکھنے سے مراد نگاہ کو ان چیزوں سے پھیر لینا ہے جن کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔ اس میں غیر محرم عورت کی طرف بُری نیت سے دیکھنا تحریماً اور بغیر کسی نیت کے دیکھنا کراہیۃً داخل ہے، اور کسی عورت یا مرد کے ستر شرعی پر نظر ڈالنا بھی اس میں داخل ہے۔ (مواضع ضرورت جیسے علاج معالجہ وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں) کسی کا راز معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر میں جھانکنا اور تمام وہ کام جن میں نگاہ کے استعمال کرنے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے، اس میں داخل ہیں۔ (ج6ص387)

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلا ارادہ اچانک کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو اس کی طرف سے نگاہ پھیر لی جائے، دوسری روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ پہلی نظر قابل معافی ہے اور دوسری نگاہ ڈالنا باعث گناہ ہے، پہلی نظر چوں کہ بے اختیار پڑ گئی، اس لیے اس پر کوئی دار و گیر نہیں، لیکن دوسری نظر ظاہر ہے بالقصد ہوگی؛ اس لیے وہ قابل مؤاخذہ جرم ہوگا۔

یہ حکم صرف مردوں کے لیے نہیں عورتوں کے لیے بھی ہے، بلکہ زیادہ شدت کے ساتھ ہے کہ عورتیں اپنے محرم کے سوا کسی غیر محرم کی طرف نہ دیکھیں، خواہ نیت بُری ہو یا اچھی، شہوت کے ساتھ ہو یا بلا شہوت کے، سب ممنوعات میں سے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب عبد اللہ بن ام مکتوم اچانک بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ اور میمونہؓ دونوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا اور جب انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو تم تو اسے دیکھ رہی ہو، یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی میں یہ روایت موجود ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

بہت سارے فقہاء وعلماء نے عورت کی آواز، پائل کی جھنکار، زیب و زینت کے ایسے سامان جو مرد کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچنے کا سبب بنیں اس کے استعمال سے بھی احتراز کا حکم دیا ہے، اور اگر بات کرنا ضروری ہو تو عورتیں ایسے خشک لہجے میں بات کریں کہ جن کے قلوب میں مرض ہے، وہ ان کی خشونت کی وجہ سے عورتوں سے قریب نہ ہو سکیں، اس بد نگاہی میں خوشبو کے استعمال کا بڑا دخل ہوتا ہے، اس لیے عورتوں کو خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے بھی منع کیا گیا، کیون کہ غیر محرم تک عورتوں کی خوشبو کا پہونچنا ناجائز ہے، امام جصاص نے تو مزین اور مرصع ایسے برقعوں کے استعمال کو بھی ممنوع لکھا ہے، جس کی ظاہر آرائش مردوں کے لیے باعث کشش ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ بدنظری کے جو محرکات ہو سکتے ہیں، شریعت نے ان تمام پر بند لگانے کی تاکید کی ہے اور ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا یا کیا جاتا رہا، اس کے لیے آیت کے اختتام پر مؤمنین کو مخاطب کر کے توبہ کرنے کا حکم دیا، تاکہ فلاح وکامرانی ایمان والوں کا مقدر بن جائے۔

ان احکام کی روشنی میں ہم آج کے معاشرہ کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے احکام کی طرح ہی پردہ نظر نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کے حکم کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے، ہماری بچیاں ایسے کپڑے پہن رہی ہیں جو ''کاسیات عاریات'' کپڑے پہننے کے باوجود ننگا پن کے مظہر ہوتے ہیں اور تو اور جوٹی شٹ کا استعمال ہوتا ہے اس پر لکھا رہتا ہے ''کس می'' مجھے چومو، ''ٹچ می'' مجھے چھوؤ، کسی ٹی شرٹ کی دوکان پر چلے جایئے، اس قسم کے جملے لکھے ٹی شرٹ آپ کو مل جائیں گے، ظاہر ہے یہ جملہ دعوت گناہ ہے اور نظریں خواہ مخواہ اٹھتی ہیں، شادی بیاہ کی تقریبات میں بے محابا مرد وعورت کا اختلاط اور کسی کے مرنے پر عورتوں، مردوں کا بے پناہ ہجوم میں اور آرائش وزیبائش کی وجہ سے بھی ہر دو طرف سے بدنگاہی کا ارتکاب ہوتا ہے، مختلف عنوانات سے لگنے والے میلوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی عقل مند آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے، نقاب بھی ایسے استعمال ہو رہے ہیں جو نگاہوں کے لیے باعث کشش ہیں اور جسم کے سارے خد وخال کو نمایاں کرتے ہیں، پھر یہ حجاب و برقعہ کا استعمال بھی فی صد کے اعتبار سے انتہائی کم ہے، اسی لیے فرقہ پرست طاقتوں کی طرف سے حجاب پر پابندی کی بات آتی ہے، بلکہ کرناٹک میں یہ پابندی لگا دی بھی گئی، اسے شریعت کا حصہ نہیں مانا گیا اور دلیل یہ تھی کہ اگر شریعت کا مطالبہ ہوتا تو ساری مسلم عورتیں اس کا استعمال کرتیں، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔

بدنگاہی ام المعصیت ہے، یہ اس قدر نقصان دہ ہے کہ اس کا اختتام فحاشی، عیاشی اور منکرات پر ہوتا ہے۔ حکیم اختر صاحبؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر کوئی اوپر کی منزل میں پہونچ جائے تو نیچے آنے کا راستہ ڈھونڈھ ہی لیتا ہے، آنکھ اوپر کی منزل ہے، جب آنکھ سے آنکھ لڑ گئی تو پھر نچلی منزلوں پر پہونچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لیے آنکھ کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ زنا کے ارتکاب کے سارے دروازے بند ہو جائیں۔

بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اصل پردہ دل کا ہوتا ہے، اگر اسے مان بھی لیا جائے تو اس کا مظہر آنکھیں نیچی کر کے چلنا اور عورتوں کا پورے لباس میں رہنا ہے، دل میں حیا اور شرم ہوگی تو اس کے مظاہر بھی سامنے آئیں گے، اسی طرح بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نقاب میں رہیے تو لوگ گھور گھور کر دیکھتے ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک چہیتے مرید تھے صوفی عبد الرب، وہ کہا کرتے تھے کہ اگر اس وجہ سے نقاب اتار دیا کہ لوگ گھور گھور کر دیکھیں تو پھر ان کے گھورنے کے ڈر سے کون کون سے کپڑے اتاروگی۔ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنالیتی ہیں تصویریں

ہمارے دور میں بدنگاہی کی اور بھی کئی صورتیں رائج ہو گئی ہیں، سوشل میڈیا نے اس کو بڑھاوا دیا ہے ان میں سے فحش فلموں اور تصویروں کا دیکھنا بھی شامل ہے، نہ معلوم کتنے صفحات فیس بک یوٹیوب، انسٹاگرام وغیرہ پر لوڈ ہیں، جن کو لوگ شوق سے دیکھا کرتے ہیں، ہیں تو یہ تصویریں؛ لیکن ان چلتی پھرتی تصویروں کا شرعاً دیکھنا منکرات میں سے ہے اور ایسے لوگ جو فحاشی کو رواج دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب مقرر کر رکھا ہے۔ (سورۃ نور: آیت19)

آخرت میں دردناک عذاب تو دخول جہنم ہے۔ امام غزالیؒ نے مکاشفۃ القلوب صفحہ ۱۰ ار پر لکھا ہے کہ جو اپنی آنکھوں کو بدنگاہی سے بھرے گا، اللہ قیامت کے روز اس کی آنکھوں کو آگ سے بھر دے گا، دنیاوی عذاب یہ ہے کہ اس پر نسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے، ضروری باتیں بھی یاد نہیں رہتیں، نیند آنکھوں سے غائب ہو جاتی ہے، بدنظری کی وجہ سے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے، اس کے اثرات اعضاء رئیسہ بشمول قوت مردی پر پڑتے ہیں، اور آدمی کسی کام کا نہیں رہ جاتا، اسی لیے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

بدنظری سے بچنے کا طریقہ وہی ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے کہ آنکھیں نیچی رکھی جائیں، ان جگہوں سے پرہیز کریں جہاں پر اس کا خدشہ ہو، تو یہ استغفار کے ساتھ اللہ کی توفیق بھی طلب کرتے رہیں، کیوں کہ اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ ہو ہی نہیں سکتا، آخرت کے عذاب کو بھی سامنے رکھیے تو یہ مرحلہ آسان ہو جائے گا، بعض بزرگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر بدنظری ہو جائے تو اپنے اوپر خود ہی کچھ جرمانہ مقرر کر لے، نفل نمازوں کی تعداد صدقہ کی مقدار بڑھا دے اور بدنظری سے پرہیز کے لیے اپنی قوت ارادی کو مضبوط رکھے، چاہے نفس پر جتنا بھی جبر کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس نفسیاتی بیماری سے حفاظت فرمائے۔ اس دعا کا ورد کرتے رہنا بھی مفید ہے۔ **اللھم اغفرلی وطھر قلبی واحصن**

اچھی باتیں

''کسی سے غلطی ہوجائے تو درگذر کرو؛ کیوں کہ تم بھی اپنے رب سے یہی امید رکھتے ہو☆ اگر کوئی آپ سے جلتا ہے تو غصہ کے بجائے اس کی جلن کی قدر کرو کیوں کہ یہی وہ لوگ ہیں جو تمہیں خود سے بہتر سمجھتے ہیں ☆ کپڑے اگر میلے ہوجائیں تو کوئی بھی دھوکر صاف کرسکتا ہے؛ لیکن اگر کردار میلا ہوجائے تو نسلوں کو دھونا پڑتا ہے ☆ دولت کے بازار میں رشتوں کی کمی نہیں ہوتی، جیسے جس پر لگاؤ وہ اپنا بن جاتا ہے ☆ غلطی ماننے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر نہ کرو؛ کیوں کہ سفر جتنا طویل ہوجائے گا، واپسی اتنی ہی دشوار ہوگی ☆ بڑوں سے زیادہ چھوٹوں سے ڈرنا چاہیے؛ اس لیے کہ بڑوں کا ذہن وسیع ہوتا ہے اور چھوٹے تنگ نظری اور احساس کمتری کے شکار ہوتے ہیں اور وہ کسی حد تک جاسکتے ہیں؛ کیوں کہ ان کے پاس کھونے کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''کیا یہ دلچسپ نہیں ہے کہ ایک جانب اپوزیشن کے لوگوں کو زبردستی پارلیامنٹ سے نکالا جارہا ہے، تو دوسری جانب ملک کے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ خود بھی پارلیامنٹ میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کر پارہے ہیں، اپوزیشن کے سوالوں کے جواب وہ پارلیامنٹ کے باہر تو دے رہے ہیں، لیکن ان کے اندر اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ وہی بات پارلیامنٹ کے اندر بھی کہہ سکیں، جب حکومت پارلیامنٹ میں اکثریت رکھتی ہو اس کے باوجود وہ اپوزیشن کے سوالوں کا جواب دینے کی اپنے اندر ہمت نہ پائے، تو اسے حد درجہ خوف ہی کہا جائے گا جو تبدیلی کے خوابوں کو یقیناً اچھا لگ رہا ہوگا۔ سنسد سے نکالے جانے کے بعد بھی اپوزیشن ممبران اسی دم خم سے حکومت پر تنقیدیں کر رہے ہیں، جس طرح پارلیامنٹ میں وہ کر رہے تھے۔'' (انقلاب ۲۳ر دسمبر ۲۰۲۳ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

ذہنی فاصلوں کو دور کیجئے

''اور تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جبکہ تم لوگ دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان جوڑ پیدا کر دیا، پھر تم اللہ کی اس نعمت کے سبب بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہونچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا، اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے، تا کہ تم ہدایت پاؤ'' (آل عمران:۱۰۳)

تشریح: زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرہ کے اندر قومی عصبیت اور خاندانی عداوت کی جڑیں اتنی مضبوط و مستحکم تھیں کہ معمولی معمولی باتوں پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں، ایک خاندان دوسرے خاندان کو برداشت کرنے اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا، اس نفرت وعداوت کے زہریلے اثرات نے انسانی معاشرے سے امن وسکون کو ختم کر دیا تھا، ہر شخص اپنی ذات اور قبیلہ سے محبت کرتا اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگا رہتا، قرآن مجید نے عرب کے اس معاشرے کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا کہ تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دلوں میں توحید وایمان کا نور پیدا کیا، جس کے نتیجہ میں تم سب بھائی بھائی بن گئے، خونی اور خاندانی رشتوں کے بجائے ایمانی رشتے مضبوط ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیت جاہلیہ کو قدموں تلے روندھنے کی تعلیم دی اور مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اتنی مستحکم ہو کہ خون کی محبت پر ایمانی محبت غالب آجائے، کیونکہ جب محبت والفت کا یہ جذبہ ایمانی بنیادوں پر استوار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خصوصی فضل فرمائیں گے اور جب قیامت کے دن کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا، ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے محبت کرنے والوں کو عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے، صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو میری بزرگی اور اطاعت کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، آج کے دن میں ان کو اپنے سایہ میں رکھوں گا اور آج کے دن کوئی سایہ نہیں ہے، سوائے میرے سایہ کے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا ہوا ایسے لوگوں کے مقام کو دیکھ کر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میری عظمت وبزرگی کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن نور کے ایسے منبر ہوں گے جن پر انبیاء وشہداء بھی رشک کریں گے (ترمذی شریف) یہ انعامات واکرامات ان برگزیدہ بندوں کے لئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اپنے ایمانی بھائیوں سے تعلق ومحبت صرف اپنے خالق کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بڑی مایوسی نظر آتی ہے اور بے لوث محبت کرنے والوں کی تعداد دن بدن گھٹتی جارہی ہے، مجلسی گفتگو میں شریک ہوتے ہیں، خوش گپیاں بھی کرتے ہیں، لیکن دل ایک دوسرے سے ٹوٹے ہوتے ہیں، ذہنی فاصلے بنے ہوتے ہیں، جب مجلس ختم ہو جاتی ہے تو آنکھیں پھیر لیتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلامی نقطہ نظر اور قرآنی اصولوں سے ہٹ کر اپنی خواہشات کے تابع بن گئے ہیں، جن سے نہ انفرادی زندگی میں خوشحالی آسکتی ہے اور نہ ہی جماعتی زندگی میں، یاد رکھئے کہ اتحاد زندگی ہے اور انتشار موت۔

بغیر تحقیق کے مت بولئے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے جھوٹ کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے'' (مسلم شریف)

وضاحت: اسلام کی ہر شئی میں خواہ وہ عقیدہ سے متعلق ہو یا عبادت سے یا اخلاق ومعاملات سے، مرکزی چیز اللہ رب العزت کی خوشنودی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری ہے، ہر وہ کام اور عمل اچھا ہے، جس کو اللہ اور اس کے رسول پسند فرماتے ہیں اور وہ کام برا ہے جس کو ناپسند فرمائے، اسی بنا پر اسلام کی نظر میں اخلاق کی دو قسمیں ہیں، ایک ہے وہ اخلاق جن کو خدا پسند فرماتا ہے، یہ فضائل کہلاتے ہیں، جیسے تواضع وخاکساری، دیانت داری وامانت داری اور ایثار وقربانی وغیرہ کرنے والے کو اللہ محبوب رکھتے ہیں اور دوسرے وہ کام جن کو وہ ناپسند کرتا ہے، رزائل ہیں، جن سے بچنے کا حکم اس نے اپنے بندوں کو دیا ہے جن کے کرنے والے اس کے حضور میں گنہگار ٹھہرتے ہیں اور جن کے بدولت انسانی افراد اور جماعتوں کو روحانی اور مادی نقصانات پہونچتے ہیں اور ان کی معاشرت تباہ ہوتی ہے، جیسے غیبت وچغل خوری، بدگمانی وبے ایمانی اور دروغ گوئی وغیرہ سے دینی ودنیاوی ترقیوں کی راہیں مسدود اور سعادت اور اقبال مندی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، انہیں بری عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر سنی سنائی باتوں کو بغیر تحقیق کے بیان کیا جائے، اس لئے یہ ایک درجہ کا جھوٹ ہے اور جس طرح جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کی عادت رکھنے والا آدمی قابل اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح یہ آدمی بھی لائق اعتبار نہیں رہتا، سوسائٹی میں اس کی باتوں کی قدر نہیں رہتی، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سنی سنائی باتوں کو نقل کرنے سے منع فرمایا ''كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع'' آدمی کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے، ایسے لوگوں کو جو ہر سنی سنائی بات پر یقین کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سمّٰعون للكذب جھوٹ کے بڑے سننے والے کا خطاب دیا ہے، اکثر یہ دیکھا گیا کہ بہت سے لوگ خوش گپی کے موقع پر محض لطف صحبت کے لئے بھی جھوٹ بولتے ہیں، اس سے بھی اگر چہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہونچا، بلکہ بعض موقعوں پر ایک دلچسپی کی چیز بن جاتی ہے، تاہم اسلام نے اس کی بھی اجازت نہیں دی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، اس پر افسوس ہے، کیوں کہ اس سے آدمی کا وزن ہلکا ہوتا ہے اور اس کی بات بے اعتبار ہوتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا سچ جھوٹ برابر ہے، اس لئے ہر مومن بندہ کو چاہئے کہ وہ بغیر تحقیق کے کسی کی بات کو نقل کرنے سے پرہیز کرے اور خوش گپی کے موقعہ پر بھی زبان کو دروغ گوئی سے محفوظ رکھے، تا کہ اس کا وقار واعتبار قائم رہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

تیمّم کب اور کیسے:

س: تیمّم کی اجازت کس صورت میں ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

ج: تیمّم کی اجازت اس صورت میں ہے، جب کہ وضو یا غسل جنابت کے لیے پانی موجود نہ ہو، یا پانی ہو لیکن اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو، یا اس کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو، مرض کے بڑھ جانے کا ظن غالب ہو، اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ ''اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے فارغ ہو یا بیوی سے صحبت کرے، پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرو، اس طرح کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرو'' (سورة المائدہ: ٦)

''ولو كان يجد الماء الا انه مريض يخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه أو أبطابرؤه يتيمم، ويعرف ذلك الخوف اما بغلبة الظن عن امارة أو تجربة أو اخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق'' (الفتاوىٰ الهندية ١/ ٢٨)

تیمّم خواہ وضو کا ہو یا غسل کا، اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے نیت کرے کہ میں پاکی حاصل کرنے اور عبادت کے لیے تیمّم کر رہا ہوں، اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو پاک مٹی یا اس کی جنس کی چیز؛ اینٹ، پتھر، دیوار وغیرہ پر اس طرح مارے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوں، اس کے بعد ہاتھوں میں اگر مٹی لگی ہو تو اس کو جھاڑ کر اپنے چہرہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے، اس کے بعد دوبارہ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارے، پھر اسی طرح ہاتھوں سے مٹی جھاڑ کر پہلے بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرے، پھر دائیں ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرے، اگر ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھی ہے تو اس کے نیچے بھی مسح کرے، مسح میں اس بات کا خیال رکھے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے۔ ''وشرطها أن يكون المنوى عبادة مقصودة لا تصح الا بالطهارة أو الطهارة أو استباحة الصلوٰة او رفع الحدث او الجنابة'' (البحر الرائق ١/ ٢٦١) ''عن عمار بن ياسر حين تيمموا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمر المسلمين فضربوا باكفهم التراب و لم يقبضوا من التراب شيئاً فمسحوا بوجوههم مسحةً واحدةً ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بايديهم'' (سنن ابن ماجه/ ٤٣؛ باب التيمم ضربتين)

گرم پانی کی موجودگی میں تیمّم:

س: ایک شخص کے لیے ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہے، لیکن گرم پانی نقصان دہ نہیں ہے، اور گرم پانی کا نظم بھی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ تیمّم کر کے نماز پڑھتا ہے تو نماز درست ہے یا نہیں؟

ج: تیمّم اس وقت درست ہے، جبکہ پانی موجود نہ ہو یا پانی کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو، صورت مسئولہ میں شخص مذکور کے لیے ٹھنڈا پانی گرچہ نقصان دہ ہے، لیکن گرم پانی نقصان دہ نہیں ہے اور گرم پانی کا نظم بھی ہے تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

''ثم اعلم أن جوازه للجنب عند ابى حنيفه مشروط بان لا يقدر على تسخين الماء و لا على اجرة الحمام فى المصر و لا يجد ثوبا يتدفأ فيه و لا مكانا ياويه كما افاده فى البدائع...... فصار الأصل انه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم اجماعا'' (البحر الرائق ١/ ٢٤٦)

وضو اور غسل کے لیے ایک تیمّم:

س: ایک شخص کو غسل کی حاجت تھی، لیکن پانی اتنا ٹھنڈا تھا کہ اس سے غسل کرنا اپنے آپ کو ہلاکت اور پریشانی میں ڈالنا تھا، تو ایسی صورت میں وہ تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک ہی تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں اگر واقعی ٹھنڈا پانی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اور گرم پانی کا نظم نہ ہو یا گرم پانی بھی صحت کے لیے مضر ہو تو ایسی صورت میں شخص مذکور تیمّم کر سکتا ہے اور اس تیمّم سے نماز بھی ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس نے بوقت تیمّم طہارت کی نیت کر لی ہو۔ ''ولا يشترط تعيين الجنابة من الحدث فتكفى نية الطهارة.'' (حاشية الطحاوى/ ٦٠)

تیمّم کرنے والے کی امامت:

س: ایک مسجد کے امام صاحب جو ضعیف ہیں، جاڑے کے موسم میں عام طور سے عشاء اور فجر کی نماز تیمّم کر کے پڑھاتے ہیں، کیوں کہ پانی کافی ٹھنڈا ہوتا ہے، جس کا استعمال ان کے لیے سخت تکلیف اور نقصان کا باعث ہوتا ہے، پیر سوج جاتا ہے، جوڑوں میں درد بڑھ جاتا ہے، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں ان کا تیمّم کر کے نماز پڑھانا اور باوضو لوگوں کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ امام صاحب کے لیے گرم پانی کا نظم نہیں ہے اور ٹھنڈا پانی ان کے لیے نقصان دہ ہے، تو ایسی صورت میں وہ شرعاً معذور ہیں، وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں اور پڑھا بھی سکتے ہیں، باوضو لوگوں کا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا شرعاً صحیح ودرست ہے:

''و ترجح المذاهب بفعل عمرو بن العاص رضى الله عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة و هم متوضئون ولم يأمرهم علية الصلوٰة و السلام بالاعادة حين علم.'' (البحر الرائق ١/ ٦٣٦) فقط والله تعالىٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 01 مورخہ ۱۸ رجمادی الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق یکم جنوری ۲۰۲۴ء روز سوموار

جمہوری اقدار کی تباہی

پارلیامنٹ کے سترہویں اجلاس میں جس طرح وقت کا ضیاع ہوا اور حکمراں پارٹی اور حزب مخالف کے درمیان جو تناتنی اور اٹھا پٹک رہی، اس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی، پارلیامنٹ کی نئی عمارت میں یہ پہلا اجلاس تھا، لوگوں کو توقع تھی کہ اس نئی عمارت میں کچھ نیا ہوگا، اور پرانے طور طریقوں پر روک لگے گی، یہ توقع اس لیے بے جا نہیں تھی کہ نئی عمارت میں داخلہ کے وقت ارکان پارلیمان نے عہد کیا تھا کہ افہام وتفہیم اور اتحاد ویگانگت کا بھرپور مظاہر کیا جائے گا، لیکن معاملہ الٹا ہوگیا، ایک تو دو (2) جوانوں نے ارکان پارلیمان کو ہراساں کرنے کے لیے سامعین کی گیلری سے کود کر پارلیامنٹ کے حفاظتی حصار پر سوال کھڑے کردیے اور دوسری طرف دونوں ایوانوں سے ایک سو ترانوے (193) ارکان کو معطل کرکے نئی تاریخ رقم کردی گئی، اس آپادھاپی میں پارلیامنٹ کا قیمتی وقت ضائع ہوا اور کروڑوں روپے جو پارلیامنٹ کے نظام کو چلانے میں خرچ ہوتے ہیں، بیکار چلا گیا، بل پیش ہوتے دونوں ایوانوں سے تین بل جو آئی پی سی، سی آر پی سی اور ساکچھیہ سے متعلق تھے، کو قانونی منظوری مل گئی، صدر جمہوریہ کے دستخط کے بعد یہ ترمیمی بل قانون بن گیے، جن تین بلوں کو قانونی منظوری ملی وہ انڈین پینل کوڈ 1860 کی جگہ بھارتیہ نیائے سنہتیا ''کوڈ آف کریمنل پروسیجر 1898 کی جگہ ''بھارتیہ ناگرک سورکچھا'' اور انڈین ایویڈنس ایکٹ 1872 کی جگہ ''بھارتیہ شاکچھیہ سنہیتا'' ہیں، ان بلوں پر امیت شاہ نے اپنا نقطۂ نظر پارلیامنٹ کے سامنے رکھا، مگر حزب مخالف کے نہ ہونے کی وجہ سے ان بلوں کی خامیاں رکارڈ نہیں کی جاسکیں، بل تو پارلیامنٹ میں اکثریت کی وجہ سے پاس ہو ہی جاتا، لیکن اگر یہ بحث کے بعد ہوتا تو اچھی بات ہوتی کیوں کہ یہ بل نظام عدل، قانون اور انصاف کے تقاضوں کے نام پر پیش کیے گیے، اس لیے ان کی خاصی اہمیت ہے کیوں کہ اس کا سیدھا اثر ہندوستان کے باشندوں کی روزمرہ کی زندگی پر پڑے گا۔

پارلیامنٹ میں پیش آنے والے اس افسوس ناک واقعہ میں پالیمنٹری نظام کو دیکھنے والی وزارت کا رول بہت اہم ہوتا ہے اور وزیر کے واسطے سے حکمراں طبقے کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس پر نگاہ رکھے اور ایسا ماحول بنائے کہ پرسکون انداز میں کارروائی چلائی جاسکے۔ بدقسمتی سے مودی حکومت میں وزراء کی کوئی اہمیت نہیں ہے، امیت شاہ کیساتھ وہ حکومت کے سارے کام کو خود ہی دیکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کس محکمہ کا کون وزیر ہے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی اس کا پتہ نہیں ہے، ان حالات میں وزیر کا کوئی کردار باقی نہیں رہ گیا ہے، تو وہ کیوں کچھ کریں اور کچھ کر بھی نہیں سکتے، کیوں کہ مودی حکومت میں وزیر کا مطلب ہے خاموش رہو، سو سارے وزراء خاموش ہی رہنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔

پارلیامنٹ کے اس اجلاس میں جو کچھ ہوا، اس سے ہماری جمہوریت کمزور ہوئی ہے، اور پوری دنیا میں ہمارے طریقۂ کار کو مضحکہ خیز سمجھا گیا کیوں کہ ہندوستان بولنے کی حد تک ہی سہی بڑی جمہوریت ہے اور پوری دنیا ہندوستان کو اسی نظر سے دیکھتی ہے۔

اصلاحات کے نام پر دہشت

محکمہ تعلیم اور اس سے متعلقہ تعلیمی اداروں کے اساتذہ وکارکنون میں ان دنوں دہشت کا ماحول پایا جارہا ہے، یہ ماحول محکمۂ تعلیم کے ایڈیشنل چیف سکریٹری کے کے پاٹھک کے نئے نئے احکامات کی وجہ سے پیدا ہورہا ہے، اساتذہ اور طلبہ کی صدفی صد حاضری کو یقینی بنانے اور ٹیوشن کلچر کو ختم کرنے کی غرض سے جو احکامات محکمۂ تعلیم کی طرف سے جاری ہو رہے ہیں، وہ انصاف کے خلاف بھی ہیں اور قابل عمل بھی نہیں، اسکول کا وقت ۹ ربجے سے پانچ بجے کردیا گیا ہے، آخر کے ایک گھنٹہ میں کمزور طلبہ کو الگ سے پڑھانا ہے، پانچ بجے کے بعد کم وبیش انہیں ایک گھنٹہ مزید ویڈیو کانفرنسنگ پر لگانا ہے، اس طرح مدت کار کم وبیش نو گھنٹے ہوتی ہے، یہ فیصلہ پہلے سے موجود تعلیم کے حق کے قانون کی دفعات جس میں پرائمری اسکول کے بچوں کے لیے سال میں 800 گھنٹے اور پانچویں جماعت سے اوپر کے طلبہ کے لیے سال کے تعلیمی اوقات ایک ہزار گھنٹے کے بھی خلاف ہے۔ جاڑے کے ایام جن میں دن چھوٹا ہوتا ہے اور شام میں سردی کے اضافہ کے ساتھ دھندھ بھی پھیل جاتی ہے، پندرہ کلومیٹر کی دوری پر بھی اگر اساتذہ رہائش پذیر ہوں تو بھی ان کا اپنے ٹھکانہ تک پہونچنا آسان نہیں ہے، سب کے پاس اپنی سواری نہیں ہوتی اور جاڑے کی شام میں ایک گھنٹہ سورج غروب کے بعد دیہاتوں میں سواریاں نہیں ملتیں اس لیے اس قسم کا حکم اساتذہ کو ہراساں اور پریشان ہی کرنے والا کہلائے گا، پھر کئی کئی بار اسکول کا معائنہ اچھی بات ہے، لیکن جو لوگ معائنہ کرتے ہیں وہ بھی عام طور پر اساتذہ ہوتے ہیں جو کسی اسکول میں بحال ہوتے ہیں اور ڈپوٹیشن پر لے کر یہ خدمت ان سے لی جاتی ہے، ظاہر ہے جب اساتذہ کی تعداد اسکول میں پہلے ہی کم ہے تو ان اساتذہ کو اسکول سے اٹھا کر معائنہ یا بی ایل او کے کام میں لگا دینا اسکول کی تعلیم کا نقصان ہے، سینکڑوں کی تعداد میں اساتذہ بی ایل او جیسے غیر تدریسی کام میں لگے ہوئے ہیں، ضلع اور بلاک کے ذمہ دار اس معاملہ میں اس قدر سخت ہیں کہ تنخواہ روکنے تک سے گریز نہیں کرتے ہیں۔

اسی طرح تعلیمی اداروں میں یونین اور تنظیم بنانے اور احتجاج کرنے کے حقوق کو بھی کے کے پاٹھک نے اپنے ایک آرڈر کے ذریعہ سلب کرلیا ہے، جمہوریت میں تنظیم بنانے اور احتجاج کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے، اس لیے اساتذہ یونین نے اسے غیر آئینی وغیر جمہوری قرار دیا ہے، اس کی وجہ سے محکمہ تعلیم، اساتذہ یونین کے مابین دوریاں بڑھی ہیں اور پڑھائی کا معیار کیا خاک بڑھے گا، دہشت کے اس ماحول میں اساتذہ اس قدر نفسیاتی دباؤ میں ہیں کہ اسکول اور کالج میں تعلیمی ماحول سازگار نہیں ہو پا رہا ہے، سارا وقت اسکول کا اسی تبصرہ میں گذر جاتا ہے کہ آج کس پر پاٹھک کی گاج گرے گی، پاٹھک کے فرمان کی مخالفت کرنے پر ممبر قانون ساز کونسل کے سنجے کمار سنگھ کی پنشن روک دی گئی، یہ بہار یونیورسٹی کے اساتذہ تنظیم کے لیڈر ہیں، محکمہ تعلیم کو ان امور پر ضرور سوچنا چاہیے، کے کے پاٹھک کے سامنے وزیر تعلیم پرفیسر چندر شیکھر کی کچھ نہیں چل رہی ہے، بلکہ ایک بار پاٹھک جی نے وزیر تعلیم کے پی اے کو سکریٹریٹ احاطہ میں داخلہ پر پابندی لگا دی تھی، اس صورت حال کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ عوام کے چنے ہوئے نمائندہ اور محکمہ کے سب سے بڑے ذمہ دار بے اثر ہوکر رہ گیے ہیں۔ بیوروکریٹ کی حکومت کا چرچا نتیش حکومت میں عام رہا ہے، لیکن اس سے حکومت کی پکڑ بیوروکریسی پر کمزور ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے، جو جمہوری حکومت میں پسندیدہ چیز نہیں ہے۔

کے کے پاٹھک کے فرمان اور غیر منصوبہ بند معائنہ کی وجہ سے یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ اسکول میں اساتذہ وقت پر آنے لگے ہیں اور طلبہ کی حاضری کا تناسب بھی بڑھا ہے، تعلیمی نظام کو چست اور درست کرنا اچھی بات ہے، لیکن دہشت پھیلا کر نہیں۔ آخر دہلی میں تعلیمی نظام کیجریوال محکمہ تعلیم کے ایڈیشنل چیف سکریٹری دور حکومت میں سدھرا، جس کی ملک گیر تعریف ہوئی، یہ سُدھار اساتذہ کو دہشت اور خوف کی نفسیات مسلط کرکے نہیں ہوا، دوسرے طریقہ کار سے ہوا، جس کو کے کے پاٹھک سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔

ماں کا دودھ - بچوں کے لیے امرت

اپنے کو مہذب قرار دینے والے سماج میں اکثر نوزائیدہ بچوں کے ساتھ ظلم ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، (یہ حکم) اس کے لیے ہے جو چاہے کہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرے اور وہ مرد جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ معروف طریقے کے مطابق ان (عورتوں) کا کھانا اور ان کا کپڑا ہے، کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی، مگر جتنے کی گنجائش ہے نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ اس مرد کو جس کا بچہ ہے اس کے بچے کی وجہ سے اور وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ (سورہ بقرہ: آیت 233)

اس آیت میں دودھ پینے، پلوانے اور اس کے اخراجات کے حوالہ سے اللہ کا واضح حکم مذکور ہے، گو اس آیت کا شان نزول کچھ اور ہے، لیکن احکام خداوندی شان نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوتے، اس لیے شان نزول خاص ہونے کے باوجود اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ عام ہے، یعنی ماں کو دو سال تک دودھ پلانا چاہیے، یہ ممکن نہ ہو تو کسی دوسری عورت کا نظم کیا جائے جو دودھ پلائے اور اس کے اخراجات بچے کا باپ ادا کرے۔ البتہ دو سال سے کم میں دودھ چھڑانے کی بھی گنجائش ہے، اگر والدین اس مسئلہ پر متفق ہوجائیں۔

عرب میں بچوں کو مدت رضاعت میں عموما دیہاتی علاقوں میں بھیج دیتے تھے اور وہاں دوسری عورتیں اجرت پر دودھ پلانے اور پرورش وپرداخت کا کام انجام دیا کرتی تھیں، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالہ کیا گیا اور ایک مدت تک آپ ان کے یہاں قیام پذیر رہے، اب عربوں میں بھی یہ رواج ختم سا ہوگیا ہے، بلکہ اسلام کی ترویج واشاعت کے بعد ہی سے یہ سلسلہ وہاں موقوف ہوگیا، اسی لیے کسی صحابیؓ کے بارے میں میری نظر سے یہ نہیں گذرا کہ انہوں نے اپنے بچے کو دودھ پلوانے کے لیے کسی اور کی خدمت لی ہو، اگر دشواری ہوتی تو اپنے خاندان یا محلے کی کسی عورت کو دودھ پلانے پر مامور کرلیا جاتا، کھانا خرچہ دیا جاتا اور حسب سہولت پورے دو سال یا اس سے کم میں بھی دودھ چھڑا دیا جاتا، اور اس کام کی وجہ سے وہ بچے کی رضاعی ماں شمار ہوتی اور سوائے وراثت کے ماں سے متعلق ہی اس پر احکام نافذ ہوتے، البتہ اوپر کا دودھ پلانے کا مزاج ان کا نہیں تھا، مدت رضاعت کے بعد اوپر کا دودھ بھی پلواتے، بکریاں پوسنے کا عام رواج تھا، اس کا دودھ بھی بچوں کو پلایا جاتا، بلکہ بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ بکری کے تھن میں منہہ لگا کر بھی دودھ پی لیا کرتا۔

لیکن اب فیشن اوپر کے دودھ پلانے کا اس قدر چل گیا ہے کہ ماؤں کو اپنا دودھ پلانے کا خیال ہی نہیں آتا ہے، اس سے گارجین پر ایک تو مالی بوجھ بڑھتا ہے اور دوسرے بچوں کو ماں کے دودھ سے جس قدر توانائی ملتی ہے اس سے بچہ محروم رہ جاتا ہے، ڈاکٹروں کی مانیں تو کم از کم چھ ماہ تک بچوں کو صرف ماں کا دودھ پلانا چاہیے، اس درمیان شہد یا خالص پانی دینا بھی بچوں کی صحت کے اعتبار سے مفید نہیں ہے، بلکہ بیماری کا اندیشہ ہے، موت تو مقررہ وقت پر ہی آتی ہے، لیکن ڈاکٹروں کا ماننا ہے کہ چھ ماہ تک بچوں کو صرف ماں کا دودھ پلا کر نوزائیدہ بچوں کی موت کے تناسب کو بائیس (22) فی صد اور پانچ سال سے کم عمر میں ہونے والی موتوں کو تیرہ (13) فی صد کم کیا جاسکتا ہے، پیدائش کے بعد ایک گھنٹے کے اندر ماں کا دودھ گاڑھے، پیلے رنگ کا ہوتا ہے، جو کیلسٹریم کی پہلی ویکسین کے برابر ہوتا ہے، المیہ یہ ہے کہ پہلے گھنٹے میں ماں کے ذریعہ حاصل ہونے والا یہ امرت صرف اکتیس (31) فی صد بچوں کے حصہ میں آتا ہے، البتہ چوبیس گھنٹوں کے اندر بڑھ کر یہ تعداد چوراسی فی صد تک پہونچ جاتی ہے، سولہ فی صد بچے پھر بھی اس امرت سے محروم ہوجاتے ہیں، چھ ماہ تک بچوں کو ماں کے ذریعہ دودھ پلانے میں دنیا میں ہندوستان اٹھائیسویں مقام پر ہے، پٹنہ کا مقام پہلے گھنٹے میں دودھ پلانے والی ماؤں کے حساب سے پندرہواں ہے، البتہ بہار کے جہان آباد، اروَل اور گیا جیسے اضلاع اس کام میں آگے ہیں۔

ماں کے دودھ سے محرومی کی کئی وجوہات ہوتی ہیں، بہت ساری مائیں اپنی جسمانی کشش کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں، بعض ماؤں کو دودھ ہی نہیں ہوتا، بڑے آپریشن سے بچہ کی پیدائش کا جو رواج نرسنگ ہوم اور اسپتالوں میں چل پڑا ہے، وہ بھی پہلے گھنٹے میں ماں کے دودھ سے محرومی کا بڑا سبب ہے، بعض خواتین کے کپڑے اس قدر چست ہوتے ہیں کہ دودھ کی پیدائش میں وہ بھی رکاوٹ بن جاتے ہیں، یہ چست کپڑے ایک طرف جسم کے خدوخال کو نمایاں کرتے ہیں اس لیے غیر شرعی ہیں، دوسرے بچوں کو دودھ پلانے میں بھی رکاوٹ بنتے ہیں، اس لیے ایسے کپڑے سے احتراز کرکے بھی دودھ پلانے کے عمل کو آسان بنایا جاسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں سماج میں جو کمی پائی جاتی ہے، اس کی طرف سماجی خدمت گاروں کو متوجہ ہونا چاہیے اور خواتین کے ذریعہ ہی خواتین میں بیداری لانی چاہیے؛ تاکہ بچوں کی جو حق تلفی ہورہی ہے اس سے بچوں کو بچایا جاسکے اور نئی نسل ماں کے دودھ کی توانائی پاکر آگے بڑھے، اس سے خاندانی خصوصیات بھی بچوں میں منتقل ہوں گی، اور وہ اچھے شہری بن سکیں گے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

قلم: مولانا محمد نصیر الدین مظاہری

حضرت مولانا احمد مرتضیٰ مظاہریؒ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سابق ناظم اعلیٰ، مناظر اسلام حضرت مولانا الشاہ اسعد اللہ علیہ الرحمہ، کے خلیفۂ اجل، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری کے شاگرد رشید، حبیب الامت حضرت مولانا قاری محمد صدیق باندوی نور اللہ مرقدہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے پیر بھائی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ حدیث والفقہ، امام المنطق والفلسفہ، شیخ طریقت حضرت مولانا احمد مرتضیٰ مظاہری کی پیدائش ضلع چترا، جھارکھنڈ کے گاؤں گیروا میں 12 مئی 1946ء کو ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام محمد اظہار حسین ہے۔انہوں نے آپ کا نام احمد مرتضیٰ تجویز فرمایا۔

ابتدائی تعلیم وتربیت مدرسہ تعلیم القرآن رانی گنج ضلع گیا بہار میں ہوئی، 1969ء میں آپ ملک کی عظیم دینی تعلیمی درسگاہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے اور شوال 1389ھ مطابق دسمبر 1969ء میں داخلہ لے کر عربی چہارم سے یہاں تعلیم کا آغاز کیا، شعبان 1394ھ مطابق اگست 1974ء میں دورۂ حدیث شریف کی کتابیں پڑھ کر فراغت حاصل کی، مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ مظاہری صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری، حضرت مولانا محمد یونس جونپوری، حضرت مولانا محمد سلمان مظاہری رحمہم اللہ اور حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مظاہری دامت برکاتہم آپ کے نامور اساتذہ میں ہیں۔

فراغت کے بعد اپنے وطن ضلع گیا کے مدرسہ تعلیم القرآن میں تدریسی خدمات انجام دیں، 1996 میں اپنے اساتذہ کرام کے حکم پر سہارنپور تشریف لائے، اور شوال 1416ھ مطابق مارچ 1996ء سے مادر علمی مظاہر علوم میں شعبۂ عربی کی تدریس سے متعلق ہوگئے، اور تادم آخر اس خدمت پر مامور رہے۔ مظاہر علوم میں مسند تدریس پر بیٹھتے ہی آپ کی فطری صلاحیتیں اجاگر ہوئیں، ابتدائی عربی سے علیا تک کی کتابوں کا درس آپ سے متعلق کیا گیا، آپ تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے، اپنے شیخ کی طرح معقولات ومنقولات میں اپنی نظیر آپ تھے، تفسیر، حدیث، فقہ پر آپ کی نظر وسیع تھی۔

حضرت نے مادر علمی مظاہر علوم سہارنپور میں مسلسل ستائیس (۲۷) سال مختلف علوم فنون کا درس دیا اور تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھائی، آپ مظاہر علوم سہارنپور میں حلقہ کے نگراں مقرر تھے، فجر سے قبل اپنے خاص انداز میں طلبہ عزیز کو جگانے کا معمول تادم آخر رہا، آپ طلبہ کرام کیلئے بہت نرم گوشہ رکھتے تھے، کبھی بھی طلبہ کی کسی غلطی کو دفتر نظامت تک نہیں پہونچایا، خارجی اوقات میں بھی بعض طلبہ کو وقت دیتے تھے اور کتابیں پڑھاتے تھے، ان خوش نصیب طلبہ میں ہم تین بھائی مولانا قاضی ضیاء الدین مظاہری، مولانا محمد نظام الدین مظاہری اور راقم محمد نصیر الدین مظاہری کا نام بھی شامل ہے۔

حضرت کو زمانہ طالب علم ہی سے اپنے استاذ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سابق ناظم مظاہر علوم سے خاص عقید تمندانہ و ارادتمندانہ تعلق رہا، انھیں سے بیعت وارشاد کا تعلق قائم کیا، اور سلوک کی تکمیل فرمائی، حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا، اس راہ سے بھی مخلوق خدا کی رہنمائی اور دستگیری فرماتے رہے، آپ کے خلفاء میں والدگرامی مولانا قاری شعیب احمد صاحب بھی ہیں، جن کو حضرت نے 2007 میں اجازت وخلافت عنایت کی۔ درس وتدریس میں آپ اپنی مثال آپ تھے، پوری زندگی اور زندگی کا ہر قدم تقویٰ سے عبارت تھا، آپ کی مجلس بہت سادہ اور غیبت سے پاک ہوا کرتی تھی، طالب علمی کے زمانہ ہی سے تہجد اور صلوۃ التسبیح کے پابند تھے، سادہ زندگی گذارنے کا معمول تھا۔

والد محترم مولانا قاری شعیب احمد صاحب اور خانوادہ کے تمام ہی افراد سے آپ کا تعلق بہت قدیم تھا، تین سال قبل تک رمضان المبارک کے ابتدائی ایام نوادہ ہی میں گذارتے اور مکہ مسجد مدرسہ عظمتیہ انصار نگر نوادہ میں چھ یوم میں ختم قرآن کے بعد تراویح کی اہمیت اور ختم قرآن کریم کی فضیلت پر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ میری والدہ محترمہ کا انتقال ۹ رمضان المبارک ۱۴۴۴ کو ہوا تو جنازہ کی نماز میں شرکت کیلئے نوادہ تشریف لائے اور جنازہ کی نماز آپ ہی نے پڑھائی، نوادہ کا یہ سفر اس علاقہ کا ان کا آخری سفر تھا۔ (بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

کتابوں کی دنیا

قلم: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

میرے والدین

والدین ہمیں دنیا میں لانے کا سبب بنتے ہیں، ان کی محبت، شفقت اور تربیت کے زیر سایہ ہم پروان چڑھتے ہیں، وہ اپنی ساری ضروریات کو تج کر بچوں کے لیے سرگرداں اور پریشان رہتے ہیں، لاڈلے کو کوئی تکلیف نہیں پہونچے اس کے لیے وہ ہمہ وقت سب کچھ کر گذرنے کو تیار رہتے ہیں، ہم ان کی انگلیاں پکڑ کر چلنا سیکھتے ہیں، مائیں جاڑے کی یخ بستہ راتوں میں خود بچوں کے ذریعہ کیے گیے نجس گیلے کپڑے اور بستر پر سوجاتی ہیں، لیکن اپنے بچے کے لیے بستر کا خشک حصہ پیش کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت کچھ کرنے کے باوجود بچے ان کی ایک رات کی تکلیف، ولادت کے وقت کا کرب اور نو ماہ تک پیٹ میں رکھ کر سارے کام کرنے کی تھکن کا بدل نہیں دے سکتے، اسی لیے اللہ رب العزت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، اف تک کہنے اور جھڑکنے سے بچوں کو منع کیا، ان کے ساتھ نرمی سے بات کرنے اور بوڑھے ہوگیے ہوں تو ان کے لیے اپنے کندھے جھکانے اور ان کے لیے ہمہ وقت دعا کرتے رہنے کی تلقین کی کہ اے بار الہا! ہمارے والدین پر ایسے ہی رحم کر جیسا انہوں نے میری پرورش وپرداخت میں بچپن میں مجھ پر رحم کا معاملہ کیا۔

بے راہ روی اور اسلامی اقدار سے دوری کی وجہ سے بہت سے بچے ایسا نہیں کر پاتے ہیں اور ان کے والدین کو تکلیف اور اذیت کا سامان کرنا پڑتا ہے، بلکہ بچے اور بہوؤں کے ذریعہ انہیں اولڈ ایج ہوم (بیت الضعفاء) میں بھیجنے کا مزاج بھی دن بدن زور پکڑتا جاتا ہے، یہ ایک افسوسناک صورت حال ہے، ہمارے یہاں مشہور ہے کہ اولاد کی تین قسم ہوتی ہے ''پوت، سپوت اور کپوت''۔ ''پوت'' عام سا لڑکا ہوتا ہے جو نہ آرام پہونچاتا ہے اور نہ تکلیف، ''سپوت'' وہ ہوتا ہے جو والدین کی خدمت کرتا، ضرورتوں کی تکمیل کے لیے فکر مند ہوتا، اور ان کے کام کو آگے بڑھاتا ہے، تیسرا ''کپوت'' ہوتا ہے جو والدین کو تکلیف پہونچاتا ہے اور خاندان کی عظمت کا سودا کر لیتا ہے، مغرب سے آنے والی آندھی اب ''کپوت'' زیادہ پیدا کر رہی ہے، لیکن ہندوستان میں اب بھی ''سپوتوں'' تعداد کم نہیں ہے، جو ہمہ تن والدین کی خوشنودی کے لیے خود کو وقف کیے رہتے ہیں، زندگی میں ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں مرنے کے بعد مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، ان کی یادوں کو سینے سے لگائے رہتے ہیں اور یادوں کے اس چراغ کو صفحۂ قرطاس پر روشن کر کے دوسرے لوگوں کو بھی اس حوالہ سے روشنی پہونچانے کا کام کرتے ہیں۔

محترم جناب صفدر امام قادری کا شمار ایسے ہی ''سپوتوں'' میں ہوتا ہے، وہ زبان وادب کے رمز شناش، قلم کے شہسوار، مختلف اصناف پر اپنی گہری نظر کی وجہ سے پورے ہندوستان میں جانے پہچانے جاتے ہیں اور ہندوستان ہی کیا ''بزم صدف'' کے پاؤں بیرون ممالک بھی مضبوطی سے پھیلے ہیں اور اس مضبوطی کے سب سے اہم ستون صفدر امام قادری ہیں، ان کی درجنوں کتابیں تحقیق وتنقید پر اہل قلم کے درمیان معروف ومشہور ہیں، انہوں نے کئی لوگوں پر مجموعہ مرتب کر کے انہیں علمی دنیا میں اعتبار واستناد بخشا ہے یا اس میں اضافہ کیا ہے۔

''میرے والدین'' انہیں صفدر امام قادری کی تصنیف ہے، دوسری تصانیف سے یہ اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ اس کتاب میں انہوں نے اپنے والدین کی زندگی، معمولات اور ملی وادبی سرگرمیوں میں ان کی مشغولیات اور لوگوں کے درمیان ان کی مقبولیت کی تفصیلات سادے اور پُر اثر انداز میں تحریر کیا ہے، سادگی ان کی دوسری تالیفات وتصانیف میں بھی پائی جاتی ہیں اور ضرورتاً جو اقتباسات وہ نقل کیا کرتے ہیں اس کو نکال دیں تو ان کے اسلوب میں ترسیل کی فراوانی ہوتی ہے، وہ صنائع بدائع کے التزام میں قصداً نہیں پڑتے البتہ کوئی چیز اچھلتی کودتی نوک قلم سے ٹکرا گئی تو اسے جھٹک کر اپنے سے دور بھی نہیں کرتے، لیکن ''میرے والدین'' میں جو اسلوب انہوں نے اختیار کیا ہے وہ بیانیہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے انتہائی موزوں ہے، اس کو پڑھنے میں داستان کا مزہ آتا ہے اور قاری کی دلچسپی آخر تک برقرار رہتی ہے، اس کتاب میں صفدر امام قادری نے اپنی شخصیت کو پردۂ خفا میں رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے، لیکن ''والدین'' کی زندگی کو خود سے الگ کر کے ذکر کرنا ایک مشکل کام ہے، جس طرح پس پردہ رہ کر بھی فلمی اداکار اپنی صلاحیت کا لوہا منوا لیتے ہیں ویسے ہی اس کتاب میں پس روزن صفدر امام قادری کی جھانکتی زندگی کے خد وخال اور نقش ونگار ہمارے سامنے آجاتے ہیں، پس روزن جھانکنے کا یہ عمل قاری میں اس کتاب کے تیسرے اہم کردار کے سلسلے میں تجسس کے عمل کو تیز کرتا ہے اور قاری وہاں تک پہونچ جاتا ہے، جہاں صفدر امام قادری انہیں پہونچانا نہیں چاہتے، قادری صاحب نے خود ہی لکھا ہے۔''ایک اولاد کی زندگی اس کے والدین سے اتنی گھٹی ہوئی ہوتی ہے کہ اسے کہاں کہاں سے الگ کیا جا سکے گا، اسی لیے والدین کی زندگی کے دروازے اور کھڑکیوں سے جہاں تہاں مجھے جھانکتے ہوئے آپ دیکھیں تو اسے صبر سے اس لیے بھی ملاحظہ کریں کہ اس کا مقصد بھی کہیں نہ کہیں اپنے والدین کی زندگی کے کسی پہلو کو روشن کرنا ہی تھا۔

''میرے والدین'' میں وقائع نگاری، ماجرا نگاری اور سراپا نگاری کے کامل نمونے ملتے ہیں، یہ اس قدر مکمل ہیں کہ قادری صاحب کے والد اشرف قادری اور ان کی والدہ کی زندگی اس کتاب میں چلتی پھرتی، اچھلتی کودتی، مسائل ومشکلات سے جوجھتی نظر آتی ہے، یہ سراپا نگاری کا کمال ہے۔

''میرے والدین' ہے تو شخصی تاثرات پر مشتمل؛ لیکن یہ صفدر امام قادری کی یادوں کا خزانہ ہے، جسے انہوں نے برسوں سے سجو کر اپنے دل میں رکھا تھا اب وہ سینے سے سفینے میں منتقل ہوگیا ہے، اس کے ذریعہ ہم اپنی اور اپنے والدین کی زندگی میں بھی جھانک سکتے ہیں، قرآن کریم میں انسانی قصص اور تذکروں کو صاحب بصیرت کے لیے قابل عبرت کہا گیا ہے، شخصی تاثرات اور خاکے ہمیں زندگی کے مختلف ادوار میں گذرے واقعات واحوال پر غور وفکر کا کام دیتے ہیں، صفدر امام قادری کی کتاب ''میرے والدین'' میں غور وفکر کے لیے بہت کچھ مذکور ہے اور ہم اس آئینہ خانہ سے اپنے دروبست کو درست کر سکتے ہیں۔

قادری صاحب کی یہ کتاب ان کی دوسری کتابوں کی طرح ضخیم نہیں ہے، یہ صرف ایک سو دس صفحات پر مشتمل ہے، کاغذ، طباعت، کمپوزنگ میں قادری صاحب کے مزاج کی سلیقگی کا بڑا دخل ہے، کتاب کا سرنامہ پروفیسر واحد نظیر صاحب جامعہ ملیہ کا ہے، ایک زمانہ میں بھاگلپور فساد کے تناظر میں ان کا یہ شعر بہت مقبول ہوا تھا۔

جانے کیسا شجر، کیسا ثمر ہوگا ۔۔۔ ابھی تو گذرا ہے موسم سروں کے بونے کا

سرورق غلام غوث کے تخیل کا نتیجہ ہے، ایم آر پبلی کیشن کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ناشر ہے، اور نیو انڈیا آفسیٹ پرنٹرز نئی دہلی سے کتاب چھپی ہے، کتاب دو سو پچاس روپے اور لائبریری ایڈیشن 350 روپے میں دستیاب ہے، اردو کے قارئین کی قوت خرید ذرا کمزور ہوتی ہے، قیمت رکھنے میں اس کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے، خریدنے والوں ہی سے مفت تقسیم شدہ کتابوں کی قیمت وصولنی ہو تو بات دوسری ہے، اس کے علاوہ بک سیلر بھی آج کل پچاس فی صد سے کم پر نہیں مانتے، جب سب کی رعایت کرنی ہوگی تو قیمت تو زیادہ رکھنی ہوگی۔

کتاب چوں کہ بیانیہ اور داستانی انداز میں لکھی گئی ہے، اس لیے فہرست مضامین کا کوئی موقع نہیں تھا، البتہ کتاب کا انتساب قادری صاحب نے اپنی سب سے بڑی باجی شمیم آرا کے نام کیا ہے، جو اب اس دنیا میں نہیں رہیں، والدہ کے انتقال کے وقت انہوں نے اپنے پانچ بھائی اور دونوں بہنوں کو ایک جگہ جمع کر بڑا بامعنی جملہ کہا تھا کہ ''ماں نے مرتے مرتے اس تہوار میں سارے بھائی بہنوں کو یک جا کر دیا'' قادری صاحب کی یہ بہن بھی اپنے والدین سے ملنے کے لئے بڑی عجلت میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

کتاب کے دیگر مشمولات میں واحد نظیر صاحب کا قطعۂ تاریخ رحلت جناب اشرف قادری (م 1998)، بزم صدف کے چیرمین شہاب الدین احمد اور صفدر امام قادری ڈائرکٹر بزم صدف انٹرنیشنل کی مشترکہ تحریر بعنوان ''پیش کش'' اور کتاب کی تصنیف کے اسباب وعلل کا بیانیہ ''عرض حال'' کے عنوان سے قادری صاحب کے قلم شامل کتاب ہے۔

کتاب انتہائی موثر اور دلچسپ ہے، صفدر امام قادری صاحب کئی حوالوں سے عظیم ہیں، لیکن اس کتاب کا حوالہ ان کے کلاہ افتخار میں چار چاند لگانے کو کافی ہے۔ کتاب اس لائق ہے کہ ہر لائبریری کی زینت بنے اور ہر شخص اسے خرید کر پڑھے۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

کیا دنیا عثمان غنیؓ کی سخاوت پیش کر سکتی ہے ؟: اللہ رب العزت نے جن صحابہ کرام کو دنیا کا مال دیا، وہ دونوں ہاتھوں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے تاکہ اللہ کے یہاں زیادہ سے زیادہ رتبے پائیں، سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا، لیکن ان کے دل میں مال کی محبت نہیں دی تھی، وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے تھے، بئر رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا، وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے، جب سیدنا عثمان غنی نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے پاس گئے اور اسے فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کردو، اس نے کہا میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے، میں تو نہیں بیچوں گا، یہودی کا جواب سن کر سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں اور قیمت پوری لے لیں، وہ یہودی نہ سمجھ سکا، اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے، یہودی نے کہا، ہاں، ٹھیک ہے کہ آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا، چنانچہ اس نے قیمت پوری لے لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے، جب سیدنا عثمان غنیؓ نے اسے پیسے دے دیئے تو آپ نے اعلان کروادیا کہ میری باری کے دن مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کے لئے پانی استعمال کریں، جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا، چنانچہ وہ یہودی چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا، جی! آپ مجھ سے باقی آدھا بھی خرید لیں، آپؓ نے باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کے لئے وقف کردیا۔

مولیٰ!... میرے بڑھاپے کی لاج رکھ لے : عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی حدیث پڑھائی، یہاں تک کہ ایک وقت میں چالیس چالیس ہزار شاگران سے حدیث پڑھا کرتے تھے، جب وہ فوت ہونے لگے تو اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی سے اٹھا کر زمین پر لٹادو، نیچے نہ کوئی قالین تھا، نہ کوئی فرش تھا اور نہ کوئی سنگ مرمر لگا ہوا تھا، تاہم شاگردوں نے تعمیل حکم میں ان کو زمین پر لٹادیا، یہ دیکھ کر طلباء کی چیخیں نکل گئیں کہ اتنے بڑے محدث اپنی داڑھی کو پکڑ کر اپنے رخسار کو زمین پر رگڑنے لگ گئے اور روتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما......اللہ اکبر......جس نے ساری زندگی حدیث پڑھائی اس نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! میں نے حدیث کے درس دیئے، میں نے لوگوں کو دین کی طرف بلایا، میں نے لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کیا، کوئی عمل اس قابل نہیں سمجھا جو اللہ کے حضور پیش کرسکیں، بالآخر عاجزی کررہے ہیں کہ اے اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما، وہ اپنے سفید بالوں کو پیش کرتے تھے کہ اے اللہ! کوئی عمل ایسا نہیں جو آپ کے سامنے پیش کرسکیں، آپ ہی مجھ پر رحم فرمائیے، ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہئے کہ ہم بھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے نادم ہوں اور اس کا خوف طلب کریں، تاکہ گناہوں سے بچ سکیں، اس طرح مانگیں کہ جیسے ہمیں جو کچھ ملنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ملنا ہے، اس در سے ہٹ کر ہم جائیں گے تو ہمیں کچھ نہیں مل سکتا۔ (واقعات فقیر :۱/۲۰۰)۔

حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ کی سخاوت وشجاعت: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب وہ حج کا سفر کرتے تو اپنے ساتھ ایک بڑا قافلہ لے کر جاتے اور سب کے اخراجات خود برداشت کرتے، علامہ ذہبیؒ نے ان کا معمول اس طرح نقل کیا ہے کہ جب حج کے سفر کا وقت آتا تو آپ کے وطن کے بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درخواست کرتے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں چلیں گے، آپ فرماتے کہ مصارفِ سفر لاؤ، ان سے وہ سب لے لیتے اور الگ الگ تھیلوں میں رکھ کر ایک صندوق میں مقفل کرادیتے، پھر ان کے لئے کرایہ کی سواریاں حاصل کرتے اور مرو سے بغداد تک، پھر وہاں سے مدینہ شریف تک خوب کھلاتے پلاتے اور اچھے لباس میں لے جاتے، مدینہ پہونچ کر ہر ایک سے دریافت کرتے کہ تمہارے گھر والوں نے مدینہ شریف کے کس کس سامان کی فرمائش کی ہے، پھر ہر ایک کی فرمائش کا سامان خریدتے، اس کے بعد مکہ شریف لے کر جاتے، حج سے فارغ ہونے کے بعد ہر ایک لئے مکہ شریف کے سامان ان کی فرمائش کے مطابق خریدتے اور پھر اسی شان کے ساتھ مرو واپسی ہوتی، وطن واپس آکر ہر ایک کے گھر اور در کی مرمت حسب ضرورت کراتے اور سب کی دعوت کرتے، کھانا بھی کھلاتے اور کپڑے بھی پہناتے، پھر صندوق منگا کر سب کی تھیلیاں واپس کردیتے۔ (سیر اعلام النبلاء:۷/۶۰۶)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ بغداد سے بہ نیت جہاد عازم سفر ہوئے، اس سفر میں حضرات صوفیہ آپ کے ہم رکاب ہوئے، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ تو احتیاط کرتے ہو کہ کوئی تم پر خرچ کرے، تو اپنے اپنے اخراجات لاؤ، میں انہیں انتظام سے خرچ کروں گا، خادم سے فرمایا کہ ایک طشت لاؤ، اس پر انہوں نے رومال ڈال دیا اور فرمایا کہ اسی رومال کے نیچے جو کچھ تمہارے پاس ہے ڈال دو، پس کسی نے دس، کسی نے بیس درہم ڈال دئے، پھر سفر میں مقام جہاد تک پہونچنے میں آپ انہیں کھلاتے پلاتے رہے، جب معرکہ کی جگہ پہونچے تو فرمایا کہ یہاں سے جہاد میں ادھر ادھر جانا پڑے گا، اللہ جانے کون کہاں جائے، اس لئے جو رقم بچ گئی ہے، اسے ہم تقسیم کئے دیتے ہیں، تو ہر ہر شخص کو بیس بیس دینار (اشرفیاں) دینے لگے، وہ کہتے کہ ابو عبدالرحمٰن! میں نے تو بیس درہم (چاندی کے سکے) دئے تھے، فرماتے لے بھی لو، ہمارے لئے کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہد اور غازی کے مال میں برکت عطا فرمائیں۔ (سیر اعلام النبلاء:۷/۶۰۶)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ایثار وسخاوت کے عجب انداز تھے، طرسوس ایک جگہ ہے، وہاں ان کا آنا جانا بکثرت ہوتا تھا، راستے میں ایک مسافر خانہ میں اترا کرتے تھے، وہاں ایک نوجوان ان کی خدمت کرتا اور ان سے حدیثیں بھی حاصل کرتا، ایک بار حضرت عبداللہ تشریف لائے تو وہ نہیں ملا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دس ہزار درہم کا مقروض تھا، عدم ادائیگی کی وجہ سے جیل میں بند ہے، آپ نے قرض خواہ کا پتہ لگایا اور اسے دس ہزار درہم ادا کردے اور تاکید کی کہ میری زندگی تک کسی کو بتانا مت، وہ نوجوان رہا ہوگیا، حضرت عبداللہ رات میں وہاں سے چل دئے، اسے معلوم ہوا تو کافی دور جا کر ان سے ملاقات کی، پوچھا تم کہاں تھے، تم سے سرائے میں ملاقات نہیں ہوئی، کہنے لگا میں قرض کی وجہ سے جیل میں تھا، پوچھا تو کیسے چھوٹے؟ کہا ایک آدمی آیا تھا، اس نے میرا قرض ادا کردیا، فرمایا اللہ کا شکر بجالاؤ، اس کو یہ خبر نہیں ہوئی کہ یہی وہ بزرگ ہیں، جنہوں نے قرض ادا کیا ہے، ان کی وفات کے بعد اسے علم ہوسکا۔

ان کے پاس ایک حاجت مند آیا، اس نے عرض کیا میرے اوپر قرض کا بوجھ ہے، میرا بوجھ آپ ہلکا کردیں، آپ نے اپنے کارندے کے پاس ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا، اسے رقعہ ملا تو اس نے دریافت کیا تم پر کتنا قرض ہے؟ وہ بولا کہ سات سو درہم، اس نے دیکھا کہ رقعہ میں سات ہزار درہم لکھا ہوا ہے، اس کارندے نے اس سلسلے میں ان سے مراجعت کی کہ اس طرح تو ساری آمدنی فنا ہوجائے گی، حضرت عبداللہ نے لکھا اگر آمدنی فنا ہوجائے گی تو عمر بھی تو فنا ہورہی ہے، اگر سہواً سبقت ہوگئی ہے تو تم اسے پورا کرو۔ (سیر اعلام النبلاء:۱/۶۰۷)

مال ودولت کی فراوانی کا مقصود ان کے یہاں یہی تھا کہ اس راستے سے بھی زیادہ سے زیادہ اطاعت خداوندی کی جاسکے۔

حضرت فضیل بن عیاض نے ایک بار ان سے دریافت کیا کہ آپ تو ہمیں زہد کا حکم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مال کم سے کم رکھو، بس اتنا کہ زندگی کا کام آسانی سے چلتا رہے اور آپ کو دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے سامان تجارت لاتے رہتے ہیں، یہ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اس لئے کرتا ہوں کہ اپنے آپ کی حفاظت کروں اور اپنی آبرو کو معزز رکھوں اور اس سے اللہ کی طاعت وبندگی پر مدد حاصل کروں، حضرت فضیل سے فرمایا اگر یہ بات ہوجائے تو کتنی اچھی بات ہے۔

ایک مرتبہ انہوں نے حضرت فضیل سے فرمایا کہ اگر آپ اور آپ کے اصحاب نہ ہوتے تو میں تجارت کی مشغولیت نہ اختیار کرتا، وہ ہر سال فقراء پر ایک لاکھ درہم خرچ کرتے تھے (ایضاً)

حسن بن حماد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس ابواسامہ حاضر ہوئے، انہوں نے ابواسامہ کے چہرے پر فقر وفاقہ کا اثر دیکھا، جب باہر نکلے تو انہوں نے ان کے پاس چار ہزار درہم بھیجے اور انہیں لکھا:

وفتی خلا من مالہ ومن المروئة غیر خال
أعطاک قبل سوالہ وکفاک مکروہ السوال

ایک جوان ہے، جو اپنے مال سے خالی ہوگیا ہے، لیکن شرافت سے خالی نہیں ہے، سوال سے پہلے اس نے تمہیں دے دیا اور سوال کی ناگواری سے تمہیں بچالیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ علم وتفقہ، زہدوتقویٰ اور ایثار کے ساتھ بے مثل جری اور بہادر بھی تھے، جہاد میں شریک ہونا ان کا ایسا ہی معمول تھا، جیسا تعلیم دینا اور حج کرنا، جہاں بہادروں کا دم چھوٹتا، وہاں حضرت عبداللہ بن مبارک بطل عظیم بن کر نمودار ہوتے۔

اہل روم سے جہاد ہورہا تھا، دونوں طرف کی صفیں آراستہ ہوئیں، تو دشمنوں کی صف سے ایک جنگجو برآمد ہوا، اس نے مقابلہ کے لئے للکارا، مسلمانوں میں سے ایک جواں مرد سامنے آیا اور شہید ہوگیا، اس نے پھر للکارا، دوسرے آدمی کو بھی اس نے جامِ شہادت پلادیا، پھر تیسرے کو بھی شہادت کی آغوش میں سلادیا، چوتھی مرتبہ اس نے للکارا تو اب جو جانباز نکلا، وہ کچھ دیر اسے طرح دیتا رہا اور پھر تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہوکر رہ گیا، لوگوں نے اس بہادر مرد کو گھیر لیا اور خاصا ہجوم ہوگیا، وہ اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھا، دیکھا گیا تو وہ حضرت عبداللہ بن مبارک تھے۔ (سیر اعلام النبلاء:۷/۶۱۲)

حضرت عبداللہ بن مبارک کے رفقاء میں ایک صاحب عبداللہ بن سنان ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مبارک اور معتمر بن سلیمان کے ساتھ طرسوس میں تھا، اچانک جہاد کے لئے روانگی کا اعلان ہوا، لوگوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مبارک بھی نکلے، جب دونوں طرف کی صفیں مقابلے میں کھڑی ہوگئیں تو رومیوں کی طرف سے ایک پہلوان نکلا اور دعوت مبارزت دی، ایک مسلمان نکلا، اس نے سخت حملہ کیا اور اسے شہید کردیا، اس طرح چھ مسلمانوں کو قتل کردیا، پھر وہ فتح وظفر کے غرور میں دونوں صفوں کے درمیان اکڑتا رہا اور دعوت مبارزت دیتا رہا، لیکن مسلمانوں کی طرف سے کوئی نکلنے کی ہمت نہیں کرتا تھا تو حضرت عبداللہ بن مبارک میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے فلاں! اگر میں قتل ہوجاؤں، تو یہ کرنا،، پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کو حرکت دی اور اس کافر پہلوان کے سامنے جا کھڑے ہوئے، تھوڑی دیر دونوں الجھے رہے، بالآخر حضرت عبداللہ نے اسے جہنم رسید کیا، پھر انہوں نے دعوتِ مبارزت دی، دوسری طرف سے ایک اور پہلوان نکلا، اسے بھی مار ڈالا، اب ادھر سے پہلوان نکلتے رہے اور ڈھیر ہوتے رہے، جب چھ کافر جہنم رسید ہوچکے تو ادھر سستی ہوگئی، پھر کوئی نہ نکلا، حضرت عبداللہ کچھ دیر تک دونوں صفوں کے درمیان گھوڑا دوڑاتے رہے، پھر اچانک روپوش ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد وہیں آموجود ہوئے، جہاں سے گئے تھے، مجھ سے چپکے سے کہا میری زندگی بھر اس واقعہ کو کسی سے مت ذکر کرنا۔ (ایضاً)

احتیاط کی انتہاء اسے کہتے ہیں: انسان کو چاہئے کہ نہ تو وہ اپنی عبادت پہ ناز کرے اور نہ ہی اپنے آپ پر اعتماد کرے، ایک دفعہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنے دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے ہیں، اس نے انہیں سلام کیا اور آگے چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر واپسی پر اسی راستے سے گذرنے لگا تو دیکھا کہ ابھی تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر اس وقت سے بیٹھے ہوئے تھے، وہ حیران ہوکر پوچھنے لگا، اے امیر المومنین! آپ دروازے پر اس وقت سے بیٹھے ہوئے ہیں؟ آپ فرمانے لگے کہ میری بیٹی حفصہ ام المومنین ہے، وہ آج گھر آئی ہوئی ہے اور میری بیوی گھر پر نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ گھر میں اکیلی ہے، اس لئے میں نے گھر میں اس کے پاس بیٹھنے کے بجائے یہاں دروازے پر بیٹھنا پسند کیا ہے، اللہ اکبر! ہمارے اسلاف اس شیطان مردود کے شر سے اس قدر بچتے تھے، اس مردود کی چالوں کو اس وقت تک سمجھنا ممکن نہیں ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہو۔

زحمت انتظار : ایک دفعہ جوش ملیح آبادی حضرت مولانا ابوالکلام آزاد سے ملنے ان کی رہائش گاہ پر گئے، مولانا بے حد مصروف تھے، جب جوش پہونچے تو دیکھا کہ ملاقاتیوں کا رش پہلے سے ہی وہاں موجود تھا، ملاقات کے لئے اپنی باری کے انتظار میں کچھ دیر تک بیٹھے رہے، گرمی کا موسم تھا، زیادہ دیر تک انتظار کرنا ممکن نہ رہا تو ایک چٹ پر یہ شعر لکھ کر اردلی کے ہاتھ پہونچادیا

نامناسب ہے خون کھولانا پھر کسی اور وقت مولانا

مولانا آزاد نے یہ شعر پڑھتے ہی انہیں اندر بلالیا

Scanned with CamScanner

دعوت وتبلیغ کے بنیادی اصول

مفتی فیاض احمد حمید القاسمی

دعوت وتبلیغ کارنبوت ہے،قرآن نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت داعی الی اللہ بیان کیا ہے ''**وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا**'' (احزاب:۴۶) امت پر بھی نبوت کے مطابق دعوت الی اللہ کو فرض کیا گیا،سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جولوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیں،یعنی نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں'' (آل عمران ۱۰۴)۔

اس دعوت وتبلیغ اور دین کی بات دوسروں تک پہونچانے کے دو طریقے ہیں۔(۱)انفرادی دعوت وتبلیغ (۲)اجتماعی دعوت۔ انفرادی دعوت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنی آنکھوں سے دوسرے شخص کو دیکھ رہا ہے کہ وہ فلاں گناہ اور فلاں برائی کے اندر مبتلا ہے یا وہ شخص فلاں فرض وواجب کی ادائیگی میں کوتاہی کررہا ہے،اب انفرادی طور پر اس شخص کو اس طرف متوجہ کرنا کہ وہ اس برائی کو چھوڑ دے اور نیکی پر عمل کرے،اس کو انفرادی تبلیغ کہتے ہیں۔دوسری اجتماعی دعوت ہوتی ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایک بڑے مجمع کے سامنے دین کی بات کہے،ان کے سامنے وعظ وتقریر کرے یا ان کو درس دے یا اس بات کا ارادہ کرے کہ میں کسی فوری سبب کے بغیر دوسروں کے پاس جاجا کر ان کو دین کی بات سناؤنگا اور دین پھیلاؤنگا۔

قرآن کریم نے دعوت کے اصول وآداب بیان کرتے ہوئے تین چیزوں کا ذکر کیا ہے۔اول حکمت،دوسرے موعظہ حسنہ،تیسرے مجادلہ بالتی ہی احسن۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔اور یہ تین چیزیں مخاطب کی تین قسموں کی بنیاد پر ہیں، دعوت بالحکمۃ اہل علم وفہم کے لئے ہے،دعوت بالموعظہ عوام کے لئے ہے،مجادلہ ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہوں یا جو عناد وہٹ دھرمی کے سبب بات ماننے سے منکر ہوں۔

اب حکمت سے وہ طریقۂ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی گئی ہو جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہوسکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے کہ خیر خواہی وہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم ہو،دل خراش توہین آمیز نہ ہو،مجادلہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دعوت میں کہیں بحث ومباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو مباحثہ بھی اچھے طریقہ سے ہونا چاہئے کہ گفتگو میں حلاوت ونرمی اختیار کی جائے۔

دعوت الی اللہ دراصل انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے،امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے انجام دیتے ہیں،تو لازم ہے کہ اس کے آداب اور طریقے انہی سے سیکھیں،جو دعوت ان طریقوں پر نہ ہو وہ دعوت کے بجائے عداوت اور جنگ وجدال کا باعث بن جاتی ہے۔

دعوت کے اصول میں قرآن کریم نے حضرت موسیٰ وھارون علیہما السلام کو ہدایت جاری کرتے ہوئے کہا:(**فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى**) یعنی فرعون سے نرم بات کرو،وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔یہ ہدایت ہر داعی حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے،کہ فرعون جیسا جابر وسرکش کافر جس کی موت بھی علم الٰہی کے مطابق کفر ہی پر ہونے والی تھی،اس کی طرف بھی جب اللہ رب العزت اپنے داعی کو بھیجتے ہیں،تو نرم گفتگو کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں۔آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰ وھارون علیہما السلام کے برابر ھادی وداعی نہیں تو جو حق اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں،اس پر فقرے کسیں،اس کی توہین کریں وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہوگیا۔

قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا پڑا ہے،اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی اللہ کے رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہو۔

حضرت نوح ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کی دعوت وتبلیغ،اصلاح وارشاد میں دن ورات مشغول رہے،مگر اس بدبخت قوم میں سے معدودے چند کے علاوہ کسی نے ان کی بات نہ مانی اور تو اور خود ان کا ایک لڑکا اور بیوی کافروں کی پشت پناہی میں لگے رہے،اور الٹے چور کوتوال کو ڈانٹنے کے طور پر حضرت نوحؑ ان سے کہا:''ہم تو آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں پاتے ہیں'' ادھر سے اللہ کے پیغمبر بجائے اس کے کہ اس سرکش قوم کی گمراہیوں،بدکاریوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے جواب میں کیا فرماتے ہیں غور کیجئے:''میرے بھائیو!مجھ میں کوئی گمراہی نہیں میں تو رب العالمین کا رسول اور قاصد ہوں۔

ان کے علاوہ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی ان کی قوم نے اسی طرح مجنون،دیوانہ مسحور اور کاہن کے القاب سے پکارا، لیکن ان سب کے جواب میں سخت لہجہ نہیں اپنایا؛ بلکہ نرم اور شیریں پہلو ملحوظ رکھا۔آج اگر کوئی شخص کسی داعی کو کہدے کہ تم بیوقوف ہو،جھوٹے ہو،گمراہ ہو تو جواب میں اس کو یہ کہہ دیگا کہ تو بیوقوف ہے،تیرا باپ بیوقوف ہے۔لیکن قربان جایئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تحمل مزاجی اور خوش بیانی وخوش اسلوبی پر کہ "**وجادلھم بالتی ھی احسن**" کو عملی جامہ پہنا کر امت کو صبر وتحمل کا درس دیا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام بھی موجود تھے،اتنے میں ایک دیہاتی شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا اور جلدی جلدی نماز پڑھی،پھر نماز کے بعد عجیب وغریب دعاء کی۔ "**اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا أحدًا**" اے اللہ!مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہمارے علاوہ کسی پر رحم نہ فرما۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بہت تنگ اور محدود کردیا کہ صرف دو آدمی پر رحم فرما اور کسی پر رحم نہ فرما؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔تھوڑی دیر کے بعد اس دیہاتی نے مسجد کے صحن میں بیٹھ کر پیشاب کردیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کررہا ہے تو جلدی سے اس کی طرف دوڑے اور قریب تھا کہ اس پر ڈانٹ ڈپٹ شروع کردیتے اتنے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس کا پیشاب بند مت کرو،جو کام کرنا تھا اس نے کرلیا،پورا پیشاب کرنے دو اسے مت ڈانٹو،اور فرمایا:''**انما بعثتم میسرین ولم تبعثو معسرین**) تمہیں لوگوں کے خیر خواہی کرنے والا اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے،دشواری پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

لہذا اب جا کر مسجد کو پانی سے صاف کردو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر سمجھایا کہ یہ مسجد اللہ کا گھر ہے،اس قسم کے کاموں کیلئے نہیں،تمہارا یہ عمل درست نہیں آئندہ ایسا مت کرنا۔اگر ہمارے سامنے کوئی شخص اس طرح مسجد میں پیشاب کرے تو شاید ایک بھی جوتا زمین پر نہ گرے،ہم سب ملکر اس کی بوٹی کباب بنادیں؛لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ دیہاتی شخص بے علم وعمل سے نابلد بے فہم وسمجھ سے کوڑا ہے،بدعملی اور ناواقفی میں اس نے یہ حرکت کی ہے،لہذا اس کو ڈانٹنے کا یہ موقع نہیں ہے؛ بلکہ نرمی سے سمجھانے کا موقع ہے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی سے اسے سمجھایا۔انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی تعلیم ہے۔

اگر کوئی مخالف گالی بھی دیتا ہے تو خدا کے نبی اس کے جواب میں گالی نہیں دیتے بلکہ حسن تدبیر اور خوش اسلوبی سے پیش آتے ہیں،یہ پیغمبروں کی دعوت واصلاح کا طریقہ ہے۔آج ہم پورے اہتمام سے چار مہینے چلّے،دس دن لگا رہے ہیں،رات دن جلسے جلوس میں لمبی لمبی تقریریں کررہے ہیں،لیکن ہماری باتیں بے اثر ثابت ہورہی ہیں،اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو بات حق نہیں ہے یا طریقہ حق نہیں ہے یا نیت حق نہیں ہے،اور اس کی وجہ سے نیکیوں کے بجائے خرابیاں پیدا ہورہی ہیں،اصلاح کے بجائے فسادات رونما ہورہے ہیں۔

حضرت اسماعیل شہیدؒ ایک مرتبہ دہلی جامع مسجد میں وعظ فرمارہے تھے،دوران وعظ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا مولانا: میں نے سنا ہے کہ''آپ حرام زادے ہیں'' العیاذ باللہ۔عین وعظ کے دوران بھرے مجمع میں یہ بات اس نے ایسے شخص سے کہی جو نہ صرف یہ کہ بڑے عالم اور بڑے داعی تھے بلکہ شاہی خاندان کے شہزادے تھے۔ہم جیسا کوئی ہوتا تو فوراً آپا جامہ سے باہر ہوجاتا اور نہ جانے اس کا کیا حشر کرتا لیکن حضرتؒ نے جواب میں فرمایا کہ''بھائی! آپ کو یہ غلط اطلاع ملی ہے میری والدہ کے نکاح کے گواہ اب بھی دہلی میں موجود ہیں''۔

بات میں تاثیر کیسے پیدا ہو: لہذا جب کوئی اللہ کا بندہ اپنی نفسیانیت کو فنا کرکے اپنے آپ کو مٹا کر اللہ کے لیے بات کرتا ہے اور اس وقت دنیا والوں کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کے سامنے اس کا اپنا کوئی مفاد نہیں ہے اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اللہ کے لیے کہہ رہا ہے تو پھر اس کی بات میں اثر ہوتی ہے۔آج تو اولاً ہم لوگوں نے دعوت وتبلیغ چھوڑ دی اور اگر کوئی کرتا ہے تو ایسے طریقے سے کرتا ہے کہ لوگوں کو برانگیختہ کرنے کا ہوتا ہے جس سے صحیح معنی میں فائدہ کے بجائے نقصان پہنچتا ہے اس لئے تین باتیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے۔حق بات ہو۔طریقہ حق ہو۔نیت حق ہو۔حق بات طریقہ اور حسن نیت سے کہی جائے گی تو کبھی نقصان نہیں ہوگا۔

مستحب کے ترک پر نکیر درست نہیں: اگر کوئی شخص فرائض وواجبات میں کوتاہی کررہا ہو یا کسی واضح گناہ میں مبتلا ہو تو اس کو تبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا فرض ہے،لیکن شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو فرض وواجب نہیں بلکہ مستحب وآداب ہیں،جن کا حکم یہ ہے اگر کریگا تو ثواب ملے گا نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں۔لوگوں کو ایسے امور کی ترغیب دی جائے کہ اس طرح کرو تو اچھی بات ہے،لیکن اس کے نہ کرنے پر نکیر نہیں کی جائے گی،ملامت نہیں کی جائیگی کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ہاں اگر کوئی شاگرد،بیٹا یا زیر تربیت افراد ہیں مثلاً مرید ہے تو بے شک ایسے لوگوں کو مستحب اور آداب کے ترک پر خوش اسلوبی سے ٹوکنا کوئی حرج نہیں رکھتا۔مثلاً اذان کے بعد کی دعاء پڑھنا مستحب اور باعث خیر وبرکت ہے اپنے بچوں اور گھر والوں کو اس کی تعلیم بھی دینی چاہئے لیکن اگر ایک شخص اذان کے بعد یہ دعاء نہیں پڑھی آپ اس پر اعتراض شروع کردیں کہ تم نے یہ دعاء کیوں نہیں پڑھی اور اس پر نکیر شروع کردیں یہ درست نہیں۔

اسی طرح کھانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ کھانا کھانے کے لیے ہاتھ دھوئے جائیں تو ان کو تولیہ یا رومال وغیرہ میں نہ پونچھا جائے،نیز دسترخوان پر پہلے بیٹھ جائیں اور کھانا بعد میں رکھا جائے،اب اگر ایک شخص نے ان آداب کا لحاظ نہ کیا اور اس نے کھانے کے لیے ہاتھ دھوکر تولیہ یا رومال میں پونچھ لیا یا دسترخوان پر بیٹھنے سے پہلے کھانا لگا دیا گیا تو اب اس شخص پر اعتراض کرنا اور اس کو یہ کہنا کہ تم نے شریعت یا سنت کے خلاف عمل کیا یہ روا نہیں۔اسی طرح کھانے کے وقت چار زانو ہوکر بیٹھنا ایک ٹانگ کھڑی کرکے تواضع کے قریب ہے۔لہذا عادت تو اس بات کی ڈالنی چاہیے کہ آدمی دوزانو بیٹھ کر کھائے یا ایک ٹانگ کھڑی کرکے کھائے،چار زانو نہ بیٹھے۔لیکن اگر کسی کو اس طرح نہیں بیٹھا جاتا یا کوئی شخص اپنے آرام کے لئے چار زانو بیٹھ کر کھاتا ہے تو یہ گناہ نہیں اور اس پر نکیر کرنا بھی درست نہیں۔

روک ٹوک میں حکمت درکار ہے: حضرت مولانا الیاسؒ کی خدمت میں ایک صاحب آیا کرتے تھے کئی دن تک آتے رہے،ان صاحب کی ڈاڑھی نہیں تھی،جب ان کو آتے ہوئے کافی دن ہوگئے تو حضرت مولانا الیاسؒ نے سوچا کہ اب یہ مانوس ہوچکا ہے اب اسے ڈاڑھی کی سنت کی طرف رغبت دلانا چاہئے۔چنانچہ آپؒ نے کہا بھائی ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ آپ اس ڈاڑھی کی سنت پر عمل کرلیں!وہ صاحب آپ کی بات سن کر شرمندہ ہوگئے اور آنا چھوڑ دیا۔ حضرت کو بہت افسوس ہوا اور لوگوں سے فرمایا: کہ مجھ سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ میں نے''ٹھنڈے کچے توے پر روٹی ڈالدی''۔یعنی ابھی تو اگرم نہیں ہوا تھا اور اس قابل نہیں ہوا تھا کہ اس پر روٹی ڈالی جائے،میں نے پہلے ہی روٹی ڈالدی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان صاحب نے آنا ہی چھوڑ دیا،اگر وہ آتے رہتے تو کم از کم دین کی باتیں تو کان میں پڑتی رہتیں۔ یہ باتیں حکمت کی ہوئیں کہ کس وقت کیا بات کہی جائے،انداز کیا ہو اور کتنی بات کہی جائے،کیونکہ دین کی بات کوئی پتھر نہیں کہ اس کو اٹھا کر پھینک دیا جائے یا ایسا فریضہ نہیں ہے کہ اس کو سر سے ٹال دیا جائے؛ بلکہ یہ دیکھو کہ اس بات کے کہنے سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟اس کا نتیجہ خراب تو نہیں ہوگا،اگر بات کہنے سے خراب اور برا نتیجہ نکلنے کا اندیشہ ہو تو اس وقت دین کی بات کہنے سے رک جانا بہتر ہے۔

خالی مٹکا زیادہ کھنکھناتا ہے: وہ مٹکا جس میں پانی کم ہو وہ زیادہ حرکت کرتا ہے،خوب کھنکھناتا ہے اور پانی سے لبریز (بھرا ہوا) مٹکا بالکل ساکت اور خاموش رہتا ہے،اسی طرح کم پڑھا لکھا آدمی جب ایک دو چلے لگا لیتا ہے تو نیت صاف نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو مصلح پیر حضرت بایزید بسطامی ہی تصور کرنے لگتا ہے،ہمیشہ دوسروں کی ہی اصلاح کے چکر میں رہتا ہے یا حضرت مولانا الیاسؒ سے تو کم پاور رکھتا ہی نہیں،اچھے اچھے عالم سے ٹکر لینا ان کا شیوہ بن جاتا ہے۔حضرت کہلانے کا شوق اور ہمچوں دیگرے نیست کا خیال بن جاتا ہے۔جبکہ دعوت کی خاص صفت ہے''عاجزی اور انکساری''۔

خلاصہ: دین کے داعی اور راہ ہدایت کی طرف بلانے والے کو اخلاص وہمدردی،شفقت ومحبت،اخلاق ومروت اور دلسوزی ونرم خوئی کے صفات سے آراستہ وپیراستہ ہونا چاہئے۔جب وہ لوگوں کے سامنے دینی دعوت کی بات کریں تو نہایت مؤثر اور رقت آمیز نصیحتوں سے پیش کیا کریں جس سے پتھر دل بھی موم ہوجائے،مردہ دلوں میں جان پڑ جائے اس کی نصیحت آمیز باتیں اور ترغیب وترہیب کے مضامین اور بشارت ووعید کی روایتیں سنکر قوم جھر جھری لیکر کھڑی ہوجائے،اور عمل کی ایسی مہم قائم ہوجائے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیق کے ذریعہ ممکن نہ ہو،یہ ایسے لوگوں سے ممکن ہوسکتا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو پہلے سے مٹا رکھا ہے اور جن کے دلوں میں ہمیشہ اپنی کمزوری کا احساس اور ہدایت کا داعیہ موجزن ہوا اور اپنے آپ کو ہمیشہ ذکر وشغل میں مشغول رکھا ہو فضول اور لایعنی باتوں سے گریز کرتا رہا ہو۔

Scanned with CamScanner

بدگمانی ایک نفسیاتی بیماری

مولانا سید عزیز الرحمن

ہجرت مدینہ کے ساتویں سال رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنوعوال اور بنوعبد ثعلبہ کی جانب ایک سریہ روانہ فرمایا، اس سریے میں لڑائی کے دوران ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے تو اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا اور وہ کہہ اٹھا کہ لا الہ الا اللہ، مگر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوچ کر اسے قتل کر دیا کہ وہ صرف اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے، اس واقعے کی اطلاع اس سفر سے واپسی پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی، تو آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور کہا: **الاشققت قلبه، فتعلم صادق هو ام كاذب؟** (ابن سعد ج۲ ص۹۱) تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا تا کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ اپنے اس قول میں سچا ہے یا جھوٹا؟ اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا، انہوں نے بھی حالت جنگ میں کلمہ گو ہونے کا دعوی کرنے والے چند مسلمانوں کو غلط فہمی کی بنا پر قتل کرنے کا حکم دیا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللهم انی ابرأ اليك مما صنع خالد** (ایضاً / ج۲، ص۱۱۲) اے اللہ میں تیرے سامنے خالد کے فعل سے مکمل برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ درحقیقت ایک مسلمان ہونے کے ناتے ہم صرف ظاہری حالت کو قبول کرنے کے مکلف ہیں، کسی کے دل کی کیا کیفیات ہیں؟ اس کے قول اور ایمان میں کس قدر تضاد ہے یہ اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہے، ہمیں حکم یہی ہے کہ ہر معاملے میں خوش گمانی کا مظاہرہ کریں، ہر معاملے میں خوش فہمی کا اظہار کریں، مثبت پہلو سامنے رکھیں، روشن رخ کو دیکھیں اور اچھے پہلوؤں کو پھیلائیں، اور جہاں کہیں کوئی برا پہلو نظر آئے، کسی بات کے بارے میں یقین بھی ہو جائے کہ وہ غلط ہے، تب بھی اسے پھیلانے کا حکم نہیں، صرف کسی ایسے انداز میں اسے سمجھا دیا جائے کہ اسے نہ تو برا محسوس ہو، نہ اس سے اس شخص کو ناگواری ہو، اگر یہ ممکن نہ ہو تو خاموش ہو جائیں۔

اس حکم کے برعکس ہمارا زور اس پر صرف ہو رہا ہے کہ کھوج کھوج کر برائیاں تلاش کی جائیں، تلاش کر کر کے منفی پہلو اجاگر کئے جائیں، اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر تاریکیوں کو عام کیا جائے حالانکہ جب تاریکی بڑھے گی تو روشنی خود بخود کم ہونے لگے گی اور اندھیرا جو بھی کوئی کرے، کسی کا بھی اس میں ہاتھ ہو مگر اس کا شکار سب مل کر ہوں گے، پھیلنے والے اندھیرے کو ہٹانا سب ہی کو کرنا ہوگا اور اس کے نقصانات سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا، اس کے برعکس اگر ہر ایک اپنے حصے کی روشنی پھیلانا شروع کر دے تو تاریکی کے بادل خود بخود چھٹنا شروع ہو جائیں گے، جس کے نتیجے میں روشنی زیادہ قوت سے پھیلنا شروع ہو جائے گی، جس سے بھلائی کی مائدہ اٹھائیں گے، اپنی اپنی قسمت کے مطابق بدگمانی سے بچنے کا حکم ہمیں قرآن بھی دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد مبارک ہے: وَلَا تَجَسَّسُوا (الحجرات:۱۲) تجسس میں مت پڑو۔ حالانکہ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ ہم معمولی معمولی باتوں میں بھی بدگمانی کا مظاہرہ کر کے اس خدائی حکم کی مخالفت کا باعث بن رہے ہیں اور اپنے ہی لئے تاریکیوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ وہ دین جسے دین رحمت کہا گیا، جسے انسانیت کے لئے روشنیوں کا ضامن بنا دیا گیا، اور جس نے تاریکیوں کو نشانہ بنا کر ختم کرنا شروع کیا آج اسی کے نام لیوا طرح طرح کی تاریکیاں پیدا کر رہے ہیں اور اندھیریوں کو دور کرنے کی بجائے ظلمات میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں، بدگمانی بھی انہی تاریکیوں میں سے ایک ہے۔

بدگمانی ایک بداخلاقی تو ہے ہی، یہ ایک نفسیاتی مرض بھی بن سکتی ہے اور ہم اگر خالص دنیاوی عینک استعمال کرتے ہوئے کاروباری نقطہ نظر سے بھی دیکھیں تو بدگمانی کی کیفیت اچھے بھلے کاروبار کو ناکام کر دینے کے لئے کافی ہے۔

جب انسان معاملات کو منفی پہلو سے دیکھنا اور ہر چیز کے بارے میں منفی انداز سے سوچنا شروع کر دے تو مثبت پہلو خود بخود اس کی نظروں سے غائب اور منفی پہلو اپنے آپ اس کے سامنے روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں اسے اچھائیاں نظر ہی نہیں آتیں اور برائیاں ہر سمت سے حملہ آور ہوتی دکھائی دیتی ہیں، اس وقت ایک عام اخلاقی برائی شدت کو پہنچ جاتی ہے اور ایک نفسیاتی عارضے کی شکل اختیار کر لیتی ہے پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس برائی کی ایک قباحت یہ بھی ہے کہ یہ اپنے ساتھ اپنی ہی جیسی کئی ایک سنگین برائیاں بھی ساتھ متعارف کراتی ہے، جن میں کینہ پروری اور دوغلہ پن سرفہرست ہیں، بدگمان شخص کینہ پرور بھی لازماً ہوگا اور منافق بھی، وہ نہ تو اپنی رائے کا کھل کر اظہار کر سکے گا نہ اپنے دل کی کیفیت کو بیان کر سکے گا، یہ وصف کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ اور اس کی قباحتیں اور نقصانات ہر ایک کے سامنے واضح ہیں۔ اسلام صاف صاف یہ درس دیتا ہے کہ ظاہر کو دیکھو اور اس پر اعتماد کرو پھر اگر کہیں سے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرو اور اس برائی کو عام مت کرو سوائے اس صورت کے جب عام لوگوں کو بھی اس سے دھوکہ اور ضرر پہنچنے کا یقینی خدشہ ہو، اور ہر شخص کے دل کا حال اس کے خدا پر چھوڑ دو وہی عالم الغیوب ہے، وہی سب کے دلوں کی اندرونی کیفیتوں سے مکمل طور پر واقف ہے، اور مآل کار ہم سب کو اس کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ خداوند کریم ہم سب کو کامل ایمان اور مکمل یقین کی دولت عطا کرے، آمین۔

مسلمانوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے

مولانا ڈاکٹر تمیم احمد قاسمی

دنیا آج جن افسوس ناک حالات سے گزر رہی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ عیسائیت و یہودیت جس ملک کو چاہتی ہے اپنی بربریت کا نشانہ بناتی ہے اور مسلم دنیا ہاتھ پر ہاتھ دھرے دیکھتی رہتی ہے۔ یورپ و امریکہ کے صلیب بردار مسلمانوں کو لقمہ تر سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے۔ فلسطین وغزہ ولبنان اور افغانستان وعراق اس کی زندہ اور تازہ مثالیں ہیں۔ موجودہ حکومت کے دور میں خود ہمارے ملک کا کیا حال ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلم قوم اس قدر لاچار وبے بس ہے۔ جبکہ تعداد کے اعتبار سے مسلمان ہی دنیا کی دوسری بڑی قوم ہے۔ مفکرین کے غور وفکر کے بعد جو کچھ اسباب سامنے آئے ہیں ان میں چند یہ ہیں۔

پہلا سبب: دین وعلم دین سے دوری مسلمان نہ ان کو چھوڑتے نہ انہیں یہ دن دیکھنے کو ملتا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرما دیا کہ نہ ہمت شکن ہو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران) ایمان شرط اور اس کی جزاء برتری وسربلندی ہے۔ شرط چھوڑ کر جزاء کا طالب ہونا انتہائی بھول اور نادانی ہے۔ حضرات مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل سچا ہے ہم نا اہلوں نے شرط پوری نہ کی جس کی وجہ سے پست ہو گئے اور صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے راشدین سچے اور مخلص مسلمان تھے کیونکہ رب نے ایمان کی شرط پر سربلندی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور انہیں سربلندی خلافت وحکومت سب کچھ بخشی، معلوم ہوا کہ ان میں وہ شرط موجود تھی۔ مگر ہمارا حال یہ ہے کہ اپنی پہچان تک برقرار نہیں رکھ پاتے آج کے چند مسلمان کو دیکھنے کے بعد یہ امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ ایا یہ مسلمان ہے یا کوئی اور۔ اور جس قوم نے اپنا مذہبی شعار کھو دیا زمانہ نے اس کو ایسی ٹھوکر ماری ہے کہ روئے زمین سے اس کا نام ونشان تک مٹا دیا۔

دوسرا سبب: آپسی اختلافات اور گروہ بندی ہے۔ آج مسلم دنیا کا جائزہ لیجئے تو کوئی آپ کو باہم متفق ومتحد نظر نہیں آئے گا ایک ملک دوسرے ملک کے درپے آزار تو ہے ہی۔ لیکن گھریلو زندگی میں اتحاد نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

تیسرا سبب: مسلمانوں کی بے حسی ہے۔ کیونکہ جس قوم کا احساس مر جاتا ہے دنیا اسے اپنے قدموں تلے روند دیتی ہے۔ آپ خود دیکھیں کہ دنیا کے کسی خطے میں اگر کسی نصرانی یا یہودی کا قتل ہو جاتا ہے تو پوری عیسائیت و یہودیت اس کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہو جاتی ہے لیکن دنیا کے اکثر خطوں میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے مگر مسلمانوں کی بے حسی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ ایک عرصہ سے فلسطین اور چیچنیا وعراق نیز لبنان میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اور مسلم حکمراں خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ خود ہمارے ملک کی صورت حال دیکھ لیجئے۔

چوتھا سبب: اقتصادی زبوں حالی ہے۔ مجموعی طور پر مسلم دنیا کی اقتصادی حالت نہایت کمزور ہے۔ جو ترقی کے لئے اہم رکاوٹ اور ذلت وخواری کا سبب بنی ہوئی ہے۔ حالت یہ ہے کہ دنیا کی آدھی سے زیادہ دولت تو یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ اور اس میں سے آدھی سے زیادہ نصاری کے پاس ہے۔ اور پھر بقیہ دولت میں قوم مسلم ودیگر قومیں مشترک ہیں۔

پانچواں سبب: سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں ہماری پسماندگی ہے۔ مسلم دنیا میں سوائے چند کے نہ تو کوئی ماہر سائنس ہے اور نہ علمی دانش گاہیں ہیں۔ حالت یہ ہے کہ آج تنہا جاپان میں جتنی یونیورسٹیاں ہیں پوری مسلم دنیا میں اتنی نہیں۔ کیا یہ مسلمانوں کی علم سے بے توجہی نہیں ہے۔

چھٹا سبب: صنعت وحرفت میں مسلم دنیا کا پیچھے رہ جانا۔ آج جتنے بھی ممالک اپنی ترقی پر نازاں اور معاشیات پر خوش ہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ صنعت وحرفت میں پیش پیش ہیں۔ مگر مسلم ممالک اس میدان میں بھی بہت پیچھے ہیں۔

ساتواں سبب: مسلمانوں اور یہود ونصاری کا باہمی اختلاط حضرت عمر فاروقؓ کے مبارک عہد میں مسلمانوں نے یروشلم پر اپنا علم فتح بلند کیا۔ آپ نے وہاں کے لوگوں کیلئے ایک پالیسی مرتب فرمائی۔ جس میں دیگر امور کے علاوہ یہودیوں سے عدم اختلاط کا معمولی اظہار بھی تھا۔ لیکن زمانے کی کروٹیں بدلیں مسلمانوں نے حدیث رسول **اخرجوا اليهود والنصارى من جزيرة العرب** کو فراموش کر دیا اور **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين** پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1948ء میں یروشلم میں ایک ظالم ریاست اسرائیل کے نام سے وجود میں آئی۔ جس نے 1967ء میں مسلمانوں کے قبلہ اول کو ان کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ اور مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ بیت المقدس کے در ودیوار پھر عمر فاروق اعظم، خالد بن ولید، طارق بن زیاد اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہدین اسلام کی راہ دیکھ رہی ہے۔ مذکورہ بالا اسباب پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ہم اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ کریں کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری کوتاہیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ہم پر یہ مصیبتیں آ رہی ہیں، کیا یہ سچ نہیں کہ ان کا اصل سبب ہم مسلمانوں کی بداعمالیاں اور کوتاہیاں ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے **وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير** (سورہ شوریٰ) اور جو پڑے تم پر کوئی مصیبت وسختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور (اللہ تعالیٰ) بہت سے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

یاد رکھیے! اگر مسلمان احکام شریعت کے پابند ہو جائیں منہیات ومنکرات سے اجتناب کریں اور مرضیات الٰہی پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ان کو ختم نہیں کر سکتی، ہاں! زیادہ سے زیادہ کچھ نقصان ضرور پہنچا سکتی ہے، ایذا وتکلیف دے سکتی ہے، زندگی کے کچھ فوائد سے محروم کر سکتی ہے لیکن ان کو مٹا نہیں سکتی ہے، ماضی کی یاد تازہ کیجئے، چودہ سو سالہ تاریخ میں برابر ان باتوں کا ظہور ہوتا رہا ہے بعض دفعہ دشمنان اسلام امت مسلمہ پر ایسے غالب ہوئے کہ یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اب اس ذلت ومسکنت سے نہ نکل پائیں گے، ایسی حالت میں اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور ذلت ومسکنت سے سرخرو ہو کر نکلے، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ: ''پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے ان کے دشمن خود سرنگوں ہو کر تابعدار بن گئے، اس لئے اس بحرانی صورتحال اور خوفناک مرحلے میں انسانیت کا تقاضا ہے کہ غمزدہ انسانیت کے غم کو بانٹ لیں، بھوکوں کی خبر گیری کریں، فرقہ پرست طاقتوں سے اپنے آپ کو دور رکھیں، اور ان کے ظلم وتشدد سے بچنے کی تدبیر اپنائیں، آپسی نفرتوں کو بالائے طاق رکھ کر پیار ومحبت بانٹ لیں، رات کتنی ہی کالی کیوں نہ ہو صبح روشن ضرور ہوتی ہے، اس لیے حالات کیسے بھی ہوں مسلمانوں کو بہت زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے حالات میں صبر واستقامت کے ساتھ اپنا احتساب کریں اور اپنا جائزہ لیں اور ان پہلوؤں کو تلاش کریں جن میں خیر مخفی ہوں۔ انشاء اللہ العزیز فتح وکامیابی نصیب ہوگی اور دشمنان اسلام خود سرنگوں ہو کر تابعدار بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم بھی مسلمانوں کو حوادثات زمانہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

قطر میں 8 ہندوستانیوں کی سزائے موت پر روک لگادی گئی

قطر میں 8 ہندوستانیوں کی سزائے موت پر روک لگا کران سب کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کردیا گیا ہے، ایم ای اے نے اس سلسلے میں ایک بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے دہراء گلوبل کیس میں قطر کی اپیل کورٹ کے آج کے فیصلے کا نوٹس لیا ہے، جس میں سزاؤں کو کم کیا گیا ہے، ہمیں تفصیلی فیصلے کا انتظار ہے، قطر میں ہمارے سفیر اور دیگر حکام عدالت میں موجود تھے، اہل خانہ کے ساتھ آج ہی اپیل کی ہے، ہم مقدمہ کے آغاز سے ہی ان کے ساتھ کھڑے ہیں، ہم اس معاملے میں قطری حکام کے ساتھ بات چیت جاری رکھیں گے، بحریہ کے آٹھ سابق اہلکاروں کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا اور انہیں اکتوبر میں قطری عدالت نے موت کی سزا سنائی تھی، تمام ہندوستانی شہری دوحہ میں قائم ایک کمپنی کے ملازم تھے اور انہیں اگست 2022 میں حراست میں لیا گیا تھا، قطری حکام کی جانب سے ان کیخلاف الزامات کو عام نہیں کیا گیا، تاہم بعض میڈیا ذرائع نے یہ خبر دی تھی کہ ان تمام ہندوستان کے بحریہ افسران پر اسرائیل کے لیے جاسوسی کا الزام ہے (ایجنسی)

اسرائیلی فوج کا خان یونس اسپتال پر خوفناک حملہ، دسیوں افراد شہید اور زخمی

غزہ کی پٹی کے وسط میں پرتشدد جھڑپیں شروع ہونے کے بعد آج بدھ کو غاصب اسرائیلی افواج نے جنوبی غزہ کی طرف پیش قدمی کی کوشش کی، اسرائیلی فوج نے جنوبی غزہ کے خان یونس اسپتال پر وحشیانہ بمباری کی جس کے نتیجے میں دسیوں فلسطینی شہید اور زخمی ہوگئے ہیں، فلسطینی ہلال احمر سوسائٹی نے اعلان کیا کہ غزہ کی پٹی کے جنوب میں خان یونس میں ایک رہائشی عمارت پر اسرائیلی بمباری کے نتیجے میں درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوئے، اس نے ایک مختصر بیان میں کہا کہ جس رہائشی عمارت پر بمباری کی گئی وہ انجمن کے الامل اسپتال کے سامنے واقع ہے، غزہ میں وزارت صحت نے تصدیق کی کہ اسرائیلی بمباری میں 18 افراد جاں بحق ہوئے جس میں خان یونس میں اسپتال کے آس پاس کو نشانہ بنایا گیا (ایجنسی)

سعودی عرب میں بے روزگاری کی شرح 8.6 فیصد تک پہنچ گئی

شائع ہونے والے اعداد وشمار کے مطابق سعودی شہریوں کی بے روزگاری 2023 کی تیسری سہ ماہی میں قدرے بڑھ کر 8.6 فیصد تک پہنچ گئی، جو گذشتہ سہ ماہی میں 8.3 فیصد تھی، پچھلے سال پہلے کی اسی مدت میں ریکارڈ کی گئی 9.9 فیصد سے کم ہے، جنرل اتھارٹی برائے شماریات کے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ مجموعی طور پر بے روزگاری کی شرح جس میں غیر ملکی شہری بھی شامل ہیں 5.1 فیصد تک پہنچ گئی جو دوسری سہ ماہی میں 4.9 فیصد تھی، تازہ ترین مردم شماری کے مطابق غیر ملکی شہری کل آبادی کا صرف 40 فیصد ہیں جن میں سے اکثریت کو ملک میں رہنے کیلئے ملازمت کے معاہدے کی ضرورت ہے، اعداد وشمار کے مطابق 15 سے 24 سال کی عمر کے سعودی مردوں میں بے روزگاری 13.6 فیصد اور خواتین میں 25.3 فیصد ہے، جبکہ نوجوانوں کی کل بے روزگاری 17.4 فیصد ہے جو گذشتہ سہ ماہی میں 17 فیصد تھی، سعودی عرب میں 24 سے 54 سال کی عمر کے شہریوں کے لیے بے روزگاری کی شرح 7.9 فیصد تھی جو گذشتہ سہ ماہی کی 7.5 فیصد سے تھوڑی سی زیادہ ہے، 60 فیصد سے زیادہ سعودی شہریوں کی عمریں 30 سال سے کم ہیں اور ملازمتیں پیدا کرنا ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کے وژن 2030 کا ایک اہم اصول رہا ہے جس کا مقصد معیشت کو متحرک کرنا اور اسے تیل سے ہٹ کر تنوع فراہم کرنا ہے، غیر ملکی مزدوروں پر انحصار کم کرنے کی مہم کے ایک حصے کے طور پر حکومت نے ایک سعودائزیشن پروگرام نافذ کیا ہے جہاں کمپنیوں کو سعودی شہریوں کے مخصوص کوٹے کو ملازمت دینے کی ضرورت ہے (ایجنسی)

بحیرہ احمر میں جہازوں پر حملوں کیخلاف ٹاسک فورس، امریکی اتحادی متذبذب

امریکی صدر جو بائیڈن نے اُمید ظاہر کی تھی کہ ایک نئی بحری فوج متعارف کرا کے بحیرہ احمر میں یمن کے حوثیوں کے حملوں کا مضبوط عالمی ردعمل دیں گے تاہم اس کی لانچ کے ایک ہفتے بعد بہت سے اتحادی اس کے ساتھ منسلک نہیں ہوئے۔ خبر رساں کے مطابق امریکہ کے دو یورپی اتحادی اٹلی اور سپین جو آپریشن 'پراسپرٹی گارڈین' کے شراکت دار تھے، نے ایسے بیانات جاری کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بحری قوت سے خود کو الگ کررہے ہیں۔ پینٹاگون کا کہنا ہے کہ 'یہ فورس 20 سے زیادہ ممالک پر مشتمل ایک دفاعی اتحاد ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ اربوں ڈالر کی تجارت یمن سے دور بحیرہ احمر کے پانیوں میں ایک اہم جہاز رانی چوکی کے ذریعے آزادانہ طور پر ممکن ہوسکتی ہے (ایجنسی)

اسرائیل تسلیم کرنے والی بات خالد مشعل کی نہیں صحافی کی ذاتی رائے تھی: حماس

حماس نے کہا ہے کہ صحافی جارجس مالبرونوٹ نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے حماس کے رہنما خالد مشعل کے بیانات میں اپنی ذاتی رائے شامل کی ہے، 1967 کی سرحد پر اسرائیل کو تسلیم کرنے کے عزم کی بات خالد مشعل کی نہیں صحافی کی اپنی ذاتی رائے ہے، حماس نے ایک بیان میں کہا کہ خالد مشعل کے صحافی جارج مالبرونوٹ کے ساتھ انٹرویو کے بارے میں جو کچھ پھیلایا جارہا ہے وہ درست نہیں، یہ انٹرویو فرانسیسی اخبار لی فیگارو میں شائع ہوا تھا، اس میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کے معاملے سے متعلق سوال بھی شامل تھا، اخبار میں مذکورہ بالا صحافی نے اپنی رائے کا ایک مجموعہ پیش کیا ہے، مضمون میں تبصرے برادرم خالد مشعل کے واضح اور مخصوص بیانات سے میل نہیں کھاتے، خالد مشعل نے صہیونی وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا، یہ واضح تضاد ہے۔ اخبار میں جو پیش کیا گیا یہ صحافتی پیشہ ورانہ مہارت کے منافی ہے (ایجنسی)

تعلیم وروزگار

پٹنہ ہائی کورٹ میں ڈسٹرکٹ جج کے 30 عہدوں کے لئے فارم 20 رجنوری تک

پٹنہ ہائی کورٹ سے ڈسٹرکٹ جج (انٹری لیول) کے لئے 30 عہدوں پر بحالی کے لئے اشتہار نمبر BSJS / 1/2023 کے ذریعہ درخواست طلب کی ہے، کسی تسلیم شدہ یونیورسٹی رانسٹی ٹیوشن سے لاء گریجویٹ جنہوں نے درخواست کی وصولی کی آخری تاریخ تک 7 سال کی پریکٹس مکمل کی ہے اور جو پچھلے 3 سالوں میں ہر سال کم ازکم 24 مقدمات میں حاضری دی ہو، درخواست فارم بھرنے کے اہل ہیں، پٹنہ ہائی کورٹ کے ویب سائٹ www.patnahighcourt.gov.in سے تفصیلی معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور آن لائن فارم بھر سکتے ہیں، فارم بھرنے کا سلسلہ 22 دسمبر 2023 سے جاری ہے، 20 رجنوری 2024 آخری تاریخ ہے، یہ معلومات امتیاز احمد کریمی نے اہلیت رکھنے والے امیدواروں کے مفاد میں دی ہیں، عمر کی حد کا حساب مورخہ 01-01- کی بنیاد پر کیا جائے گا، ان عہدوں پر بحالی کے لئے جنرل امیدواروں کے عمر کی حد 35 سال سے 50 سال کے درمیان مقرر ہے، ایس سی (SC) کے لئے سولہ فیصد (16%) ایس ٹی (ST) کے لئے ایک فیصد (1%) ای بی سی (EBC) کے لئے (21%) بی سی (BC) کے لئے بارہ فیصد (12%) اور ای ڈبلیو ایس (EWS) امیدواروں کے لئے (10%) تک کی چھوٹ ہے، امتحان کی فیس: جنرل/ EWS/EBC/BC / امیدوار کے لئے 1500 روپیہ SC / ST / OH امیدواروں کے لئے 750 روپیہ رکھی گئی ہے، یہ ڈائرکٹ بار اکزام سے بہار سپیریئر جوڈیشل سروس ہے۔

کانٹریکٹ اساتذہ کو سرکاری ملازمین کا درجہ

ریاستی حکومت نے کانٹریکٹ اساتذہ کو سرکاری ملازمین کا درجہ دے دیا ہے۔ اس کے لئے اساتذہ کو ایک معمولی امتحان دینا ہوگا، انہیں تین مواقع دئے جائیں گے۔ اگر تیسری کوشش میں بھی یہ اساتذہ پاس نہیں کر پائے تو حکومت ان کے بارے میں بعد میں فیصلہ کرے گی۔ ریاستی کابینہ کی میٹنگ میں محکمہ تعلیم کی اس سے متعلق تجویز کو منظوری دی گئی۔ کابینہ کی میٹنگ کے بعد لئے گئے فیصلوں کی جانکاری دیتے ہوئے کابینہ سکریٹریٹ محکمہ کے ایڈیشنل چیف سکریٹری ایس سدھارتھ نے بتایا کہ بہار اسکول معاون اساتذہ ضابطہ 2023 کو منظوری دی گئی ہے۔ جس کے تحت کانٹریکٹ اساتذہ کو سرکاری ملازمین کا درجہ مل پائے گا۔ امتحان پاس کرنے کے بعد وہ کانٹریکٹ نہیں خصوصی اساتذہ کہلائیں گے۔ واضح ہو کہ 2003 میں سب سے پہلے پنچایت سطح پر سکچھامتر کی تشکیل کی گئی تھی اس وقت انہیں 1500 روپئے اجرت دیا جاتا تھا۔ بعد میں اسے بڑھا کر 22 ہزار سے 30 ہزار تک کردیا گیا۔ لیکن سرکاری ملازمین کا درجہ نہیں ملا تھا۔ لگاتار کانٹریکٹ اساتذہ اس کا مطالبہ کررہے تھے۔ ایس سدھارتھ نے بتایا کہ جو کانٹریکٹ اساتذہ بی پی ایس سی پاس کرچکے ہیں ان کو اہلیتی امتحان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دیگر فیصلے کی جانکاری دیتے ہوئے جناب سدھارتھ نے بتایا کہ سماجی فلاح محکمہ آئی سی ڈی ایس ڈائرکٹوریٹ کے تحت بہار میں پہلے سے منظور شدہ سبھی 7 ہزار 115 آنگن باڑی مراکز کو جنرل آنگن باڑی مراکز میں اپگریڈ کرنے اور مذکورہ سنٹر کو چلانے کیلئے مرکزی اور ریاستی حصہ اور ریاستی منصوبہ کے مد میں اضافی سالانہ اخراجات 136 کروڑ 10 لاکھ 28 ہزار 350 روپے کو منظوری دی گئی ہے۔ جناب سدھارتھ نے بتایا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی محکمہ کے تحت 31 سرکاری پالیٹکنک اداروں میں کمپیوٹر سائنس اینڈ انجینئرنگ کورس اور کمپیوٹر سائنس اینڈ انجینئرنگ کے تحت آرٹی فیشیل، انٹلی جینس اور مشین لرنگ نصاب کیلئے 183 اساتذہ کے عہدوں کی تشکیل کو بھی منظوری دی گئی ہے۔ (تاثیر بیورو)

بھگوت گیتا سرٹیفکیٹ کورس میں لازمی رجسٹریشن پر ڈیموکریٹک ٹیچرس فرنٹ ناراض

دہلی یونیورسٹی کے رامانوجن کالج میں بھگوت گیتا سرٹیفکیٹ کورس چل رہا ہے جس پر اب تنازعہ شروع ہوگیا ہے، دراصل دہلی یونیورسٹی کے ڈیموکریٹک ٹیچرس فرنٹ (ڈی ٹی ایف) نے اس سرٹیفکیٹ کورس میں لازمی رجسٹریشن پر اپنی شدید ناراضگی ظاہر کی ہے، تنظیم سے جڑے اساتذہ کا مطالبہ ہے کہ بھگوت گیتا سرٹیفکیٹ کورس میں تدریسی اور غیر تدریسی ملازمین کی لازمی موجودگی اور رجسٹریشن کے حکم کو واپس لیا جائے، قابل ذکر ہے کہ ڈی ٹی ایف بایاں محاذ سے جڑی اساتذہ کی تنظیم ہے، اس کی صدر نندیتا نارائن اور سکریٹری ڈاکٹر آبھا دیو حبیب نے بھگوت گیتا سرٹیفکیٹ کورس میں ملازمین کے لازمی رجسٹریشن پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے، ایک بیان میں انھوں نے الزام لگایا کہ کالج کے تدریسی اور غیر تدریسی ملازمین کو بھگوت گیتا سرٹیفکیٹ کورس میں رجسٹریشن کرنے کے لیے مجبور کیا جارہا ہے، بتایا جارہا ہے کہ رامانوجن کالج کے تدریسی وغیر تدریسی ملازمین کو ان کے آفس ٹائم کے بعد کورس جوائن کرنے کو مجبور کیا جارہا ہے، ڈی ٹی ایف نے اس قدم کو کالج انتظامیہ کی تاناشاہی قرار دیا ہے۔ ملازمین کو ایک ای میل میں کالج پرنسپل نے کہا کہ یہ (بھگوت گیتا سرٹیفکیٹ کورس) نصاب کالج میں قائم کیے جانے والے مجوزہ ہندوستانی نالج سسٹم سنٹر کے موافق ہے۔ یہ سرٹیفکیٹ کورس 22 دسمبر سے 9 جنوری تک چلے گا اور کلاس کے لیے وقت روزانہ شام 4.30 بجے سے 6.30 بجے تک ہے۔ کالج کے اساتذہ اور ملازمین کی جانب سے اس سلسلے میں ایک بیان جاری کیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ریفریشر کورس ٹیچنگ لرننگ سنٹر کے ذریعہ منعقد سرٹیفکیٹ کورس کالج کے ذریعہ کرائے جارہے ہیں۔ اس کورس کے لیے جبراً رجسٹریشن کرنے کو کہا جارہا ہے۔ دوسری طرف کالج کے چیئرمین ڈاکٹر جگر چمپک لال ایماندار کا کہنا ہے کہ پرنسپل کا مقصد تھا نئی جوائننگ والے ٹیچرس کی حوصلہ افزائی کرنا۔ میں نے کورس کے افتتاح کے وقت بھی کہا تھا کہ یہ سبھی کے لیے لازمی نہیں ہے، اساتذہ آزاد ہیں کہ وہ جوائن کریں یا نہ کریں (ایجنسی)

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے فکر امارت کو عام کیجئے! حضرت امیر شریعت

مدرسہ عربیہ حنفیہ قاسم العلوم تیلنی پاڑہ، ضلع ہگلی، مغربی بنگال میں دار القضاء کا افتتاح- مفتی محمد منصف قاسمی قاضی شریعت مقرر

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہدایت ہے جو معجزہ ہے،فطرت کے قانون کو توڑ کر جو کام انبیاء سے صادر ہوا اُسے معجزہ کہا جاتا ہے، اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کو معجزہ دیا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو سانپ بنا دیا، یہ معجزہ ہے، تمام انبیاء کا معجزہ وقتی تھا، لیکن کلام الہی وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا، ان خیالات کا اظہار مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے مورخہ ۲۵ ردسمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار کو مدرسہ عربیہ قاسم العلوم تیلنی پاڑہ، ضلع ہگلی (مغربی بنگال) کے افتتاح دار القضاء و دستار بندی کے عظیم الشان اجلاس سے اپنے صدارتی خطاب میں کیا، آپ نے مدرسہ سے فارغ ہونے والے حفاظ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ حامل قرآن کے ساتھ عامل قرآن بھی بنیں، جب دنیا وآخرت میں کامیاب ہوں گے، آپ نے اپنے بلیغ خطاب میں فرمایا کہ آج آپ کے محبوب ادارہ میں دار القضاء کا افتتاح ہے، یہ دار القضاء طلاق وخلع کا سنٹر نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے تمام مسائل کے حل کا سنٹر ہے، اس لئے بیع، شرکت، ہبہ، وصیت، وراثت، وقف، نکاح، طلاق، خلع، فسخ نکاح وغیرہ کے معاملات آپ دار القضاء سے شرعی حل کرائیں، انہوں نے مزید فرمایا کہ امارت شرعیہ ایک فکر ہے، ایک تحریک ہے، جہاں اللہ کے اتارے ہوئے اسلامی قانون کے مطابق شریعت کا نفاذ ہوتا ہے، اتحاد امت، شرعی مسائل کے حل اور محتاجان کی امداد رسانی خدمت خلق، تحفظ مسلمین، شعبہ تنظیم، دار الافتاء، دار القضاء، بیت المال وغیرہ امارت شرعیہ کا بنیادی مقصد اقامت دین علی منہاج النبوۃ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں بیٹھ کر جو خدمات انجام دیتے تھے، امارت شرعیہ اسی پر کار فرما ہے اور اسی اسلامی نظام کا نقشہ پیش کر رہی ہے، حضرت امیر شریعت مدظلہ نے عوام الناس کے ایک جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہر حال میں اتحاد کو برقرار رکھیں، یہی فکر امارت شرعیہ اور ہماری طاقت ہے، اختلاف سے ہماری قوت ختم ہو جائے گی اور ہم بے حیثیت ہو کر رہ جائیں گے۔ اس موقع پر حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے دار القضاء اعلان کیا اور مولانا محمد منصف قاسمی کو ضلع ہگلی مغربی بنگال کا قاضی شریعت مقرر فرمایا اور دستار قضاء باندھی گئی، مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ نے کہا کہ موجودہ وقت میں امیر شریعت کی اطاعت اور اتحاد کو برقرار رکھنا پہلے سے زیادہ ضروری ہے، آپ نے اپنے درد بھرے انداز میں کہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت جو حالات ہیں اور الگ الگ قسم سے فتنہ پیدا ہو رہے ہیں، ایسی صورت میں اتحاد کو توڑ کر اور الگ الگ گروپ بندی کرنے سے ملت کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور ہم بے حیثیت ہو کر رہ جائیں گے، اس لئے قرآن کریم میں اتحاد کا پیغام دیتے ہوئے یہ حکم ہوا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے امیر شریعت اور دینی رہنما کی پیروی کریں، آپ نے کہا کہ مدارس اسلامیہ حصول علم کا قلعہ اور دار القضاء نفاذ شریعت کا سینٹر ہے، آپ نے ذمہ داران مدارس اور علماء وائمہ کی بڑی تعداد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کی جماعت صلحاء اور وارثین انبیاء کی جماعت ہے۔ آپ جہاں امت میں تعلیمی بیداری کی مہم چلائیں، اصلاح معاشرہ کے امور انجام دیں وہیں اگر سماج میں خاندانی وعائلی اختلاف ہو مثلا وقف، ہبہ، وراثت وصیت نکاح وطلاق وغیرہ کا مسئلہ درپیش ہو تو آپ ملت کی رہنمائی کریں اور دار القضاء امارت شرعیہ سے اپنے معاملات کو حل کرانے کی ترغیب دیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بچہ کی ولادت سے موت تک احکام کو بیان فرمایا ہے، اس کا نفاذ دار القضاء سے ہوگا، مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے فرمایا کہ تعلیم ملت اسلامیہ کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے، اسباب علوم میں یہ ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے اپنے اساتذہ کرام کی عقیدت کے ساتھ عزت کریں، ایک طالب علم ساری دنیا دے کر بھی اپنے اساتذہ کے احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتا، استاذ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زبان نبوت سے فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، جس سماج میں حفاظ علماء ائمہ اساتذہ کی اہمیت وعزت نہ ہو اس سماج کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، جتنی قدر ومنزلت بخاری شریف پڑھانے والے شیخ الحدیث کی ہے، وہی حیثیت مکتب کے معلم کی بھی ہے، بحیثیت استاذ دونوں برابر ہیں، مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے قرآن اور حفاظ کرام کو موضوع سخن بناتے ہوئے اپنے بلیغ خطاب میں فرمایا کہ نسبت سے اشیاء کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ قرآن کا نزول ہوا تو وہ اشرف الملائکہ ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ہوا تو آپ اشرف الانبیاء ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ قرآن کی نسبت بے جان چیز کپڑا، لکڑی، اور طاق سے جڑی تو اس کی عزت دوبالا ہو گئی، کپڑا جزدان، لکڑی رحل بن گئی اور اس کا احترام ہم پر ضروری ہو گیا، ان حفاظ کا کیا کہنا جن کے سینہ میں قرآن کریم ہے، عام انسانوں سے وہ الگ ہو گئے، اور محترم ہو گئے، قرآن آپ سمجھ کر پڑھیں یا بغیر سمجھے ہر حال میں آپ کو ثواب ملے گا، قرآن کریم میں حروف مقطعات کے معانی کو آج تک کسی نے نہیں سمجھا لیکن اس کے پڑھنے کے اجر وثواب پر کسی کو کلام نہیں ہے، جمہور علماء کا بھی اس پر اتفاق ہے، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسان تین کام کرنے لگے اور تین کاموں سے رک جائے تو وہ دنیا وآخرت دونوں جگہ کامیاب ہوں گے، آپ نے کہا کہ معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کیجئے، حسن سلوک کا معاملہ کیجئے اور محتاج کی مدد کے ساتھ ان کو ہمت وحوصلہ دیجئے۔ سماج کو بدگوئی، بے حیائی، غیبت حسد، کینہ بغض اور ظلم سے پاک کیجئے، یہ اصلاح معاشرہ کے لئے ضروری ہے، آپ نے اس کے ذیل میں چند مثال پیش کیا، سماج سدھار کے لئے علماء، ائمہ اور عوام نے ہاتھ اٹھا کر عہد کیا کہ ظاہری وباطنی خرابیوں سے سماج کو پاک کریں گے، مولانا محمد توفیق اعظمی مہتمم جامعہ حسینہ لال دروازہ جونپور وسرپرست مدرسہ ہذا نے نکاح کو تلک وجہیز سے پاک انجام دینے کی ترغیب دی، مولانا مفتی محمد ضمیر الدین قاسمی قاضی شریعت دار القضاء ۲۵ رفیرس لین کولکاتا نے رزق حلال حاصل کرنے کی سعی کو قرآن وحدیث کے حوالہ سے واضح کیا، مولانا مفتی روح الامین قاسمی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ اور مولانا عرفان مظاہری کولکاتا نے بھی خطاب کیا، مولانا ریحان خان قاسمی کولکاتا نے نظامت کے فرائض انجام دیے، مولانا صدیق اللہ چودھری وزیر حکومت مغربی بنگال نے کہا کہ دین کے جتنے اسباب ہیں، مدارس اس میں سرفہرست ہے، مدارس پاور ہاؤس ہیں، اس کے پاور کو کم نہ ہونے دیں ورنہ مسلمانوں کی شناخت دھیمی اور کمزور پڑ جائے گی، مفتی محمد ابوالخیر قاسمی مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم تیلنی پاڑہ ضلع ہگلی نے مدرسہ کی روداد اور آنے والے مہمانوں کی خدمت میں استقبالیہ اور خیر مقدمی کلمات کہے، اس موقع پر مدرسہ ہذا سے فارغ ہونے والے ۱۶ رحفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی، اور ایک حافظہ کو ردائے مبارک سے نوازا گیا، مسرت کی بات ہے کہ حافظہ سلمہا کا نکاح بھی اسی مجلس میں منعقد ہوا، اس اجلاس کو میاب وبامقصد بنانے میں مولانا اکبر قاسمی توپسیا، مولانا مفتی محمد ابوالخیر قاسمی، مہتمم مدرسہ ہذا وہاں کے اساتذہ طلباء اور شہر کے معززین نے اہم رول ادا کیا، حسب سابق حافظ احتشام رحمانی رکن شوریٰ امارت شرعیہ، مولانا اعجاز احمد نگراں شعبۂ تعلیم امارت شرعیہ، حضرت مولانا مفتی حامد بادشاہ قاسمی امام وخطیب ۱۶ ر آنہ مسجد، مولانا فیض احمد قاسمی امام اسماعیل مسجد خضرپور، مولانا اکبر صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم الفرقان ٹیا برج، کولکاتا اور مغربی بنگال کے شہر ودیہات کے عوام الناس کے علاوہ تقریبا دو سو علماء ائمہ شریک اجلاس رہے۔ مذکورہ بالا اصلاحی پروگرام کے علاوہ مغربی بنگال کے مختلف شہروں میں امارت شرعیہ کے وفد کا سہ روزہ اصلاحی پروگرام بھی منعقد ہو، جس میں شہر کولکاتا، تیلنی پاڑہ، مغربی بنگال کے مختلف مقامات پر کئی پروگرام منعقد ہوئے، اس سلسلہ میں عوام وخواص کا تاثر بہت ہی اچھا رہا، وقفہ وقفہ سے اس طرح کے پروگرام منعقد کیے جانے کا مطالبہ بھی ہوتا رہا۔

غیبت وبدکلامی سے معاشرہ کو پاک کیجئے!

شہر نشاط کولکاتا کی سولہ آنہ جامع مسجد میں علماء، ائمہ اور عوام سے حضرت امیر شریعت کا فکر انگیز صدارتی خطاب

اللہ کا احسان وکرم ہے کہ اپنے معاشرہ کی اصلاح کے لئے ہم سب لوگ جمع ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن کریم نازل فرمایا اور جگہ جگہ اس کے احکام پر چلنے کی تاکید آئی ہے، ہم نماز پڑھ لیں، روزہ رکھ لیں، حج کر لیں، یہ اسلام میں ضروری ہے لیکن کافی نہیں ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ امت کو بتایا اس پر عمل کرنے سے ہم کامیاب ہوں گے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرنے سے ہم نامراد ہوں گے، ہم اپنے معاشرہ کی خبر لیں کہ نماز میں ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں اور دو وقت کی نماز کے درمیان اپنے قیمتی اوقات کو غیبت وبدکلامی میں گذارتے ہیں، ان باتوں کا اظہار مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے کولکاتا خضرپور کی سولہ آنہ مسجد میں ۲۳ ردسمبر ۲۰۲۳ء روز سنیچر کو بعد نماز مغرب علماء، ائمہ، نقباء، دانشوران اور عوام وخواص کے بڑے مجمع سے آپ نے اپنے فکر انگیز صدارتی خطاب میں فرمایا آپ نے مزید کہا کہ جس گھر میں اختلاف ہوتا ہے عام طور پر وہ گھر اہل علم سے خالی ہوا کرتا ہے، ایسی صورت میں ہمیں ایک ایسے شعبہ کی ضرورت ہے جس میں اختلافات کو حل کرائے جائیں، اسی شعبہ کا نام شعبہ قضاء ہے، آپ نے دار القضاء کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تین ماہ میں ستر فیصد معاملات حل ہو جایا کرتے ہیں جبکہ دنیوی کورٹ میں ستر فیصد معاملات کے حل کے لئے بارہ سال درکار ہوا کرتے ہیں، لہذا آپ اپنے معاملات کو دار القضاء کے ذریعے حل کرائیں، مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے تفصیلی خطاب میں کہا کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت ایمان کی نعمت ہے، اس لئے کہ دنیا کی تمام نعمت ہمیں مل جائے اور ایمان کی نعمت سے محروم ہو جائیں تو یہ دنیا وآخرت میں خسارہ کا ذریعہ ہے، لیکن دنیا وآخرت کی نعمت نہ ملے اور ایمان کی نعمت مل جائے تو ہم دنیا وآخرت دونوں جگہ میں کامیاب ہیں، اسلام کے بہت سارے شعبے ہیں، ایمانیات، عبادات، اعتقادات، اسی کے ساتھ ساتھ معاملات بھی اسلام کا ایک اہم حصہ ہے اور یہ تمام شعبے ایک دوسرے سے مربوط ہیں، جب دور دراز کے لوگوں کو معاملات کو حل کرانے میں مسجد نبوی آنے میں دشواری ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے مختلف جگہوں پر شعبہ قضاء قائم کیا، امارت شرعیہ کے تحت چلنے والے نواسی دار القضاء اسی کی ایک کڑی ہے، مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، ہمارا جینا مرنا سب اللہ کے لئے ہے، اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو مان کر کے ہی ہم دارین میں کامیاب وکامرانی حاصل کر سکتے ہیں، آپ نے اسلامی قانون وراثت، حقیت، ہبہ، وصیت ان جیسے معاملات کو دار القضاء کے ذریعہ حل کرانے کی ترغیب دی، آپ نے امارت شرعیہ کی سو سالہ خدمات اور شعبہ جات کا تذکرہ کیا، اور فرمایا کہ جتنے بھی شعبہ جات امارت شرعیہ میں ہیں یہ علی منہاج النبوۃ کام کر رہے ہیں اور یہ تاریخ اسلام کا ایک اہم حصہ ہے، مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے بلیغ خطاب میں فرمایا کہ امارت شرعیہ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن اور ملی وجود کی روشن علامت ہے، اسلام کا مطالبہ ہے کہ اللہ اور رسول کے بعد اپنے امیر شریعت کی اطاعت کریں، درحقیقت یہی شرعی زندگی کی علامت ہے، آپ نے نکاح اور طلاق کے احکام کو مدلل انداز میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ نکاح پاکیزہ رشتہ ہے، اس میں استحکام ضروری ہے، اور اس کے لئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے، لیکن جب رشتہ میں دراڑ پیدا ہو جائے اور مقاصد نکاح فوت ہو جائیں تو ایسی صورت میں اسلام نے طلاق کی گنجائش رکھی ہے، آپ نے کہا کہ جہاں ایک طرف شریعت اسلامیہ نے شوہر کو طلاق کا اختیار دیا ہے تو وہیں دوسری طرف عورت کو بے سہارہ نہیں چھوڑا بلکہ جب اس کا شوہر اس کے حقوق سے غافل ہو جائے تو ایسی صورت میں اسے مطالبہ خلع اور فسخ نکاح کا حق دیا ہے، تاکہ عورت کے لئے گلو خلاصی کا راستہ نکل سکے، آپ نے معاشرتی زندگی میں شریعت کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے تو دونوں خاندان سے حکم مقرر کئے جائیں، تاکہ گھر کی بات گھر میں رہے، اس اجلاس کی نظامت کرتے ہوئے مولانا محمد ضمیر الدین قاسمی قاضی شریعت ۲۵ رفیرس لین کولکاتا نے کہا کہ امارت شرعیہ کو قائم فرما کر حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے فرض کفایہ ادا کیا ہے، آپ نے خضرپور اور کولکاتا کے علماء وعوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس حلقہ میں دار القضاء کا قیام ایک قرض ہے، اس سلسلہ میں آپ حضرات خصوصی توجہ دیں تاکہ گھر کا معاملہ گھر میں حل ہو سکے، ازیں قبل بعد نماز ظہر واٹ گنج کی جامع مسجد میں اصلاح معاشرہ وغیرہ کے عنوان سے مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی نے اطاعت امیر اور اتحاد کے عنوان پر خطاب فرمایا، مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے خاندانی حقوق کی ادائیگی اور شادی بیاہ کو سادگی کے ساتھ انجام دینے کی تلقین کی، جس پر عوام الناس نے مفتی صاحب کی تقریر سن کر اس پر عمل کرنے کا عہد وپیمان کیا، (بقیہ صفحہ ۱۴ رپر)

Scanned with CamScanner

کمالِ انسانی کی دو بنیادیں

مولانا عبد السبحان ندوی

صدق اور عدل یعنی سچائی اور انصاف یہ دو بنیادی معیار ہیں جن پر قرآن پاک نے اپنا تربیتی نظام رکھا ہے، اپنی ذات کے لئے بھرپور سچائی اور دوسروں کے لئے مکمل انصاف، دیکھا جائے تو پورے نظام عالم کو درست رکھنے میں ان دو صفات کا بڑا رول ہے۔

صدق درحقیقت ظاہر و باطن کی یکساں خوبیوں کا نام ہے، جس کی حقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا میں پوری طرح جلوہ گر ہے۔ **اللھم اجعل سریرتی خیرا من علایتی واجعل علایتی صالحة** (اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے اچھا بنادے، اور میرے ظاہر کو بھی خوبیوں سے آراستہ فرما)

سچائی سے اور بہت ساری صفات وجود میں آتی ہیں جن میں سب سے نمایاں امانت اور تقویٰ ہیں، تقویٰ تمام برائیوں کا سد باب کرتا ہے۔ اور امانتداری ہمیشہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنة، وان الرجل لیصدق حتی یکتب عند الله صدیقا** ۔ (بلاشبہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے، انسان سچائی کو اختیار کئے رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے) یعنی بہت سچا، نہایت راست باز۔ سچائی انسان کو حوصلہ مند بناتی ہے، ایسا انسان کبھی حق بات کہنے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ آج ظاہر و باطن علم و عمل، خلوت و جلوت اور قلب و قلم میں جو فاصلے نظر آرہے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ زندگی کا اصل جوہر اپنی آب و تاب کھو چکا ہے، انسان کے کام تو بہت بڑھ گئے ہیں لیکن اس کے ثمرات دور دور تک نظر نہیں آرہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صفت صدق انسان کو سراپا ایثار بنا دیتی ہے، وہ پھر یہ نہیں سوچتا کہ مجھے کیا لینا ہے، اس کا ہر قدم اس پر اٹھتا ہے کہ مجھے کیا دینا ہے اور کس طرح کی قربانی میں پیش کرسکتا ہوں۔ اسی صدق کی بناء پر وہ اللہ کی میزان عدل پر کھرا اترتا ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سراسر صدق و وفا تھے، **انه کان صدیقا نبیا** (بے شک وہ نہایت سچے اللہ کے نبی تھے) اسی سچائی نے آپ کو مجسم قربانی بنا دیا تھا۔ سچائی کے اس عظیم الشان امتحان میں آپ سرخرو ہوئے تو اللہ رب العزت نے ساری دنیا کی امامت کا شرف آپ کو نصیب فرمایا۔

سچائی کی یہ خوشبو جب عملی میدان میں میدان میں پھیلنے لگتی ہے تو عدل کی شکل اختیار کرتی ہے، گویا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ رب العزت نے پوری امت کو ان دو مقامات کا وارث و امین بنایا ہے، ارشاد ربانی ہے: **الله الذی انزل الکتاب بالحق والمیزان** اللہ وہ ہے جس نے صدق پر مبنی کتاب اتاری اور میزان اُتاری) یہاں میزان سے مراد صدق و عدل کی میزان ہے جس کی بنیاد خود کتاب الٰہی ہے۔ دنیا میں اللہ کی کتاب وہ کسوٹی ہے جو انسان کی اصل سچائی کو بتلاتی ہے، اس کسوٹی پر جو جتنا کھرا اترے گا آخرت میں وہ اس کے بقدر باوزن قرار پائے گا: **و نضع الموازین القسط لیوم القیامة فلا یظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین** ۔ (قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو قائم کریں گے پھر کسی پر ادنیٰ ظلم نہیں ہوگا، اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہوگی اسے ہم لے آئیں گے، حساب کے لئے ہم تنہا کافی ہیں) اس میزان عدل میں سچائی تولی جائے گی۔

ارشاد ہوگا: **ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم** (آج وہ دن ہے جب بچوں کو ان کا سچ کام دے گا)

غور کیا جائے تو انفرادی زندگی کا سب سے بڑا بگاڑ سچائی کا فقدان ہے، جس کے نتیجہ میں مکر و فریب کو در آنے کا موقع ملتا ہے جو وعدہ خلافی، اور جھوٹ و بدعہدی اور نفاق جیسی بدترین لعنت تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ دوسری طرف اجتماعی زندگی کا بہت بڑا فساد عدل و انصاف کا نہ ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں ظلم پنپتا ہے اور خیانت دبے پاؤں اندر داخل ہوتی ہے، پھر معاشرہ کو تباہ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ اجتماعی زندگی کی بربادی میں سب سے بڑا رول ناانصافی کا ہوتا ہے۔ کتنی قومیں ناانصافی کی بھینٹ چڑھ گئیں: انقلابات کی خونیں داستانوں کی تہ میں اُتر کر کوئی دیکھے تو اسے ہر جگہ یہی نظر آئے گا کہ انصاف کا خون ہوا تھا اور عدل کو ذبح کیا گیا تھا جس کے شدید ترین ردعمل میں وہ خونیں داستانیں وجود میں آئیں، دوبارہ پھر انصاف ہی کو قتل کیا گیا۔

قرآن کریم کی ایک مبارک آیت میں (جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ کہنا ہے کہ یہ کلام الٰہی کی جامع ترین آیت ہے) اللہ رب العزت کا سب سے پہلا حکم عدل و انصاف کا ہے: **ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی** ۔ اللہ رب العزت کا صریح حکم ہے کہ عدل کیا جائے۔ احسان کیا جائے اور رشتہ داروں کو دیا جائے)۔ اس معاملہ میں اللہ کا کلام اس قدر حساس ہے کہ دشمنوں تک سے عدل و انصاف کرنے کو ضروری قرار دیتا ہے: **ولا یجرمنکم شنان قوم الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی** (تمہیں کسی قوم کی تمہارے ساتھ دشمنی اس پر ہرگز آمادہ نہ کرے کہ تم بے انصاف بنو، انصاف سے کام لو یہی تقوی سے قریب تر ہے) درحقیقت صدق اور عدل تربیت انسانی کے دو عظیم ستون ہیں جن پر انسانیت کا تاج محل کھڑا ہے، ان ستونوں کو گرا کر ہم کسی صورت میں مثالی معاشرہ قائم نہیں کرسکتے۔ یہ دو صفات اجتماعی و انفرادی نیکیوں کی جان ہیں، اپنے لئے صدق جو سراسر عدل لئے ہو، دوسروں کے لئے عدل جو مکمل صدق پر مبنی ہو۔

اجتماعی کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کیجئے

قاضی مجاهد الاسلام قاسمی

بے یقینی، بے خبری، بے عملی اور تعصب و تنگ نظری کسی بھی فرد، جماعت، امت اور قوم کے لیے زوال کی بنیا ہے بے یقینی یعنی اعتقاد کی کمزوری، بے خبری یعنی اپنے گرد و پیش سے بے خبر رہنا۔ بے عملی یعنی صحیح سمت میں صحیح اقدام سے گریز، عملی جدوجہد سے فرار اور تعصب و تنگ نظری، یعنی فرد یا جماعت کا اپنے ذاتی اغراض اور گروہی مفادات کو ملی اور اجتماعی مفاد پر ترجیح دینا، حق کو اپنے اندر محدود سمجھنا، اچھے کاموں میں تعاون سے گریز کرنا اس لیے کہ یہ کام دوسروں کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ کسی کام کی مخالفت، اس لیے نہیں کہ وہ غلط ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ کسی اور ''بینر'' کے تحت ہو رہا ہے۔

آج کا ہندوستانی مسلم معاشرہ جن نازک اور پیچیدہ حالات سے گزر رہا ہے۔ وہ روز بہ روز نازک ہوتے جارہے ہیں، لیکن انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری صفوں میں انتشار بھی روزافزوں ہے۔ بنیادی طور پر ہم ''بے یقینی'' کا شکار ہیں۔ ''بے خبری'' ہماری امتیازی صفت ہے۔ گرد و پیش میں کیا ہو رہا ہے، ماحول میں ہمارے خلاف کس کس طرح کی سازشیں رچی جارہی ہیں۔ کتنی زیر زمین تحریکیں اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں اکھاڑ دینے کے لیے چلائی جارہی ہیں، ہم ان تمام چیزوں سے بے خبر ہیں اور ہم اس قدر بے حس ہیں کہ اگر خبر ہو بھی تو ہمارے پاس کوئی فکر نہیں، منصوبہ بندی نہیں، عملی جدوجہد نہیں، جو لوگ ذرا حساس ہیں بھی تو وہ اپنی اپنی گروہ بندی اور اپنے جماعتی حصار کے قیدی ہیں۔ ملت کے مفاد سے زیادہ انھیں فرد، گروہ اور جماعت کا مفاد عزیز ہے، اور پھر یہ تعصب اس قدر بڑھتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف کردارکشی کی مہم شروع کردیتے ہیں۔

ہمیں پختہ اعتقاد اور اخلاص کی تعلیم دی گئی ہے۔ فرد ہو، کوئی گروہ یا کوئی جماعت، اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی رضا کو ہی سب کچھ سمجھے اور جو کرے محض اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کرے۔ حدیث نبی صلی اللہ علیہ سلم میں فراست مومن کا حوالہ دیا گیا ہے اور'' **لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین** '' (مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاسکتا) اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر دم اپنے گرد و پیش سے باخبر رہنا اور منافقین و کفار کی سازشوں سے باخبر رہنے کی کوشش فرمانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مسلمانوں کو ہمہ دم حالات پر گہری نظر رکھنی چاہیے اور معاملات میں فراست ایمانی کا ثبوت دینا چاہیے۔

قرآن کریم نے جس طرح عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ پر زور دیا ہے اور خود قرآن نے غزوۂ فکری (فکری اور نظریاتی جہاد) یعنی ''جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' کی تلقین کی ہے کیا ہمارے لیے اس کی گنجائش ہے کہ اسلام کے خلاف چاروں طرف فکری اور عملی جنگ برپا ہو اور ہم نہ صرف یہ کہ بے حس اور بے عمل رہیں بلکہ آپس کے تنازعات میں الجھ کر اپنی قوتِ عمل اور اپنی صلاحیت کار خود ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں۔ شخصیتیں جو برسہا برس میں بنتی ہیں ان کا اثر و رسوخ ملت کا قیمتی سرمایہ ہے، ہم ان شخصیتوں کی کردارکشی کر کے اپنے ہاتھوں خود اپنی عزت کے ان میناروں کو منہدم کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے ''**تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** (نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا، گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون نہ کرنا) کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کہیں بھی کسی کے ہاتھوں میں اگر کوئی کار خیر ہو رہا ہو تو اس کے ساتھ ہمارا ایمانی فریضہ ہے کہ ہم تعاون کریں۔ تعاون فکری ہو یا عملی اس کا معیار صرف یہ ہے کہ پرکھیں اور جانچیں کہ یہ کام نیکی اور تقویٰ کا ہے یا نہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم دیکھیں کہ یہ کام کس کے ہاتھوں ہو رہا ہے اور کس کے جھنڈے کے نیچے ہو رہا ہے۔ ایسا سوچنا انتہائی درجہ کا تعصب اور تنگ نظری ہے جس کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ امت کو کلمہ کی بنیاد پر جمع کیا جانا چاہیے۔ اور کاموں میں تعاون برّ و تقویٰ اور خیر کی بنیادوں پر کیا جانا چاہیے۔ نظریات کے پیمانہ پر بھی حق کو اپنے اندر ایسے امور میں محدود جاننا جو منصوص قطعی نہیں بلکہ محلِ اختلاف ہو سکتے ہیں اور ان میں دو رائے ہوسکتی ہے بالکل صحیح نہیں۔

یہ انتہائی بدنصیبی ہے کہ ہم کام اسلام کے نام پر کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی واضح تعلیمات سے گریز کرتے ہوئے ایسے ملی کاموں میں تعاون سے لوگوں کو روکتے ہیں جو سراسر خیر ہیں اور محض اس لیے روکتے ہیں کہ وہ کام ان لوگوں کے ہاتھ ہو رہا ہے جو ہمارے ہم مسلک اور ہمارے ہم جماعت نہیں ہیں۔ یہ صورت حال امت کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

مشہور اسرائیلی فنکار غزہ جنگ میں اسرائیل کیلئے لڑتے ہوئے ہلاک ہوگیا

اسرائیلی فوج نے غزہ کی پٹی میں لڑائی کے دوران دو سینئر افسروں سمیت تین فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے۔ ہلاک ہونے والوں میں فوج کی صفوں میں شامل گلوکار شاول گرینگلک shauli gringlick بھی شامل ہے جو نہال بریگیڈ کی 931 ویں بٹالین میں شامل تھا۔ کیپٹن شاؤل گرینگلک کو ایک گلوکار سمجھا جاتا تھا جس نے اسرائیلیوں میں کافی شہرت حاصل کی۔ وہ مشہور پروگرام دی نیکسٹ یوروویژن اسٹار کے اسرائیلی ورژن میں شرکت کرچکا ہے۔ اسرائیلی فوج کی وردی کا استعمال کرتے ہوئے لڑائی میں گرینگلک کی موجودگی نمایاں تھی اور اسرائیلی میڈیا نے بتایا کہ وہ ریزرو افسر تھا۔ وہ غزہ پر جارحیت کے آغاز کے بعد سے کئی بار اپنے گھر واپس آیا تھا، سوشل میڈیا پر صارفین نے موسیقی کے پروگرام میں گرینگلک کی طرف سے دی گئی سابقہ پرفارمنس کا ایک ویڈیو کلپ گردش کیا، جہاں جیوری نے ان کی کارکردگی کی تعریف کی۔ اسرائیلی گلوکارہ کیرن بیلس نے کہا کہ گرینگلک کی آرمی یونیفارم میں موجودگی نے پروگرام کو سکون اور تحفظ کا ماحول فراہم کیا۔ اپنی حالیہ پوسٹوں میں گرینلک نے تصدیق کی کہ اس نے معروف گلوکار بننے کے اپنے خواب کو ترک نہیں کیا، لیکن اس نے اس بات پر زور دیا کہ ان کی موجودہ مصروفیت غزہ کی جنگ میں لڑائی میں شمولیت ہے۔

Scanned with CamScanner

مولانا علی میاںؒ کی تحریک ’’پیامِ انسانیت‘‘

ڈاکٹر مرضیہ عارف (بھوپال)

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت برصغیر ہی نہیں، سارے عالمِ اسلام میں انسانیت پرست اوراخوت ومحبت کی مثال سمجھی جاتی تھی، وہ اپنے ملک ہندوستان کو بھی امن وآشتی کا گہوارہ دیکھنا چاہتے تھےاور اِس کے لیے زندگی بھرسرگرمِ عمل رہے۔ برادرانِ وطن سے تبادلۂ خیال فرماتے اور کوشاں رہتے تھے کہ ملک میں بھائی چارہ قائم رہے۔ اِس مقصد سے انھوں نے ملک کے بڑے سے بڑے رہنمااور عہدیدار سے لے کر عام لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور اپنا پیغامِ انسانیت پہونچانے میں کبھی جھجک سے کام نہیں لیا، بلکہ یہ اُن کی زندگی کا ایک مشن بن گیا تھا۔

۱۹۷۴ء میں جب ہندوستان کا ماحول زیادہ خراب ہونے لگا تو مولانا علی میاں نے ’’پیامِ انسانیت‘‘ کے نام سے ایک باقاعدہ تحریک کا آغاز کیا، اِسے کسی خاص علاقے تک محدود نہیں رکھا، جہاں جاتے لوگوں تک پیغام پہونچاتے، تقریر وتحریر، جلسے اور اجتماعات کے ذریعہ اپنے دل کا درد بانٹتے، ملک کی تباہی پر اپنے اور پرایوں کو جگاتے اور نہایت دردمندی کے ساتھ انسانوں کے دلوں پر یہ کہہ کر دستک دیتے: ’’آج ہمارے ملک میں انسان کو انسان سے محبت نہیں رہی، پہلو میں وہ دل نہیں رہے، جو انسانیت کے سوز میں جلتے ہوں، اُس درد کو محسوس کرتے ہوں، نفسانفسی کا قیامت خیز منظر ہے، ہر ایک کو اپنی پڑی ہے، ہمارے ملک میں جب ریل اور ہوائی جہاز کے حادثات ہوتے ہیں تو سماج کی اخلاقی پستی عیاں ہوتی ہیں، لوگ حادثہ کا شکار ہونے والے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے بجائے اُن کی کلائی کی گھڑیاں اور جیبوں سے پرس نکال لیتے ہیں، یہ خطرہ کا وہ سگنل ہے، وہ الارم ہے، جس پر پوری سوسائٹی کو چوکنا ہوجانا چاہیے۔ فرقہ وارانہ فسادات، ہندو مسلم مسئلہ نہیں بلکہ انسانیت کی بے حرمتی کی علامت ہے، اصل مرض انسانیت کی بے وقعتی ہے، ہم نے بعض اوقات درخت اور جانور کو انسان سے زیادہ وقعت دی ہے۔ (تحفۂ انسانیت، صفحہ:۳۸)

مولانا علی میاں نے اپنی تقاریر میں بارہا اِس واقعہ کو نقل فرمایا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں جب اُن کے مرید نے تحفہ میں قینچی پیش کی، تو بزرگ نے فرمایا کہ یہ دور قینچی پیش کرنے کا نہیں، سوئی دینے کا ہے، قینچی سے تو کاٹنے کا کام لیا جاتا ہے اور سوئی سے جوڑنے کا گویا، یہ اشارہ تھا کہ انسان کو آپس میں کاٹنے کا نہیں بلکہ جوڑنے کا کام کرنا چاہیے۔

محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ کا یہ قول بھی وہ اکثر نقل فرماتے کہ: ’’اگر کوئی کانٹا رکھےاور تو بھی اِس کے عوض کانٹا رکھے تو کانٹے ہی کانٹے ہوجائیں گے، عام لوگوں میں تو یہ دستور ہے کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں، لیکن درویشوں میں یہ دستور نہیں، یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ ایک بھلائی کا رویہ ہونا چاہیے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کے نزدیک اِس وقت کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ ’’ہم اپنے اپنے مذہب کے دائرہ میں انسانیت کا احترام پیدا کرنے اور انسانیت کو زندہ کرنے کی کوشش کریں، انسان، اِنسان کی طرح ملے، اِس کے بعد غور وخوض اور توفیقِ الٰہی سے اپنے لیے پسندیدہ طریقۂ زندگی منتخب کرلے، لیکن پہلے باہمی اعتماد ومحبت کی فضا تو پیدا کیجئے، لوگوں کو گلے لگایئے، تب آگے بات ہوگی، اگر انسانیت ہی نکل گئی تو کس سے بات کی جائے‘‘۔ (تحفۂ انسانیت، صفحہ:۴۲)

پیامِ انسانیت کے اسٹیج سے حضرت کے خطابات سن کر اور پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے دل نکال کر رکھ دیا ہو، آپ ہمیشہ قومی اتحاد کے لیے فکرمند رہے، اپنے ملک کو ہرا بھرا، خوش حال دیکھنا چاہتے تھے، انسانیت، ایک دوسرے کا درد وغم وہ جس طرح محسوس کرتے، چاہتے تھے کہ ایسے ہی سارے ملک کے لوگ ایک دوسرے کے غم میں شریک ہوں، حضرت اپنے اکثر خطاب میں فرماتے تھے کہ ’’تمام قومیں انسانیت کی شاخیں ہیں، اُن کی اصل شناخت انسانیت ہے، آج کتنی پارٹیاں آدمیت و انسانیت کو بچانے کے کام میں مصروف ہیں؟ یاد رکھئے! تہذیب وتمدن، سیاست وحکومت، ادب وفلسفہ اور علم وفن کے آشیانے انسانیت کی شاخ پر قائم ہیں، اگر انسانیت باقی نہیں رہی تو اُن کا وجود بھی بے معنی ہوجائے گا۔

حضرت والا! اخلاق، کردار اور قومی یکجہتی کے تعلق سے اپنے وطن ہندوستان کی صورتِ حال کو نہایت خطرناک قرار دیتے تھے اور اس کو بدلنے کے لیے چار نکاتی پروگرام پیش فرماتے تھے جس کے مطابق پہلا کام مذہبی، اخلاقی اور انسانی بنیاد پر عوام سے جلسوں، ملاقاتوں، تقریروں، تحریروں کے ذریعہ رابطہ قائم کرکے انسانوں کی جان، مال، عزت اور آبرو کی قیمت بتا کر اُنھیں احترام وتحفظ کی ذمہ داری ذہن نشین کرائی جائے، دوسرا کام پرائمری سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں اصلاح کرکے ہندو مسلم اتحاد اور قومی یک جہتی کے واقعات شامل کرکے انسانیت کے احترام کے جذبات اُبھارے جائیں، تیسرے میڈیا کو اُس کی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے تاکہ اُس کے ذریعہ نفرت وعداوت بھڑکانے کا کام بند ہو، چوتھے سرکاری انتظامیہ خاص طور پر پولیس محکمہ میں اصلاح ہو اور عملہ کی تربیت کا اہم کام ہو۔ ساتھ ہی مخلص رہنماؤں نے ملک وقوم کے لیے جو تین بنیادی اُصول طے کیے تھے اور جن پر ہمارا دستور قائم ہے یعنی جمہوریت، سیکولرازم اور عدم تشدد اِس کی حفاظت کے لیے عمل پیرا ہوا جائے۔

آج کا ہندوستان، جن مسائل ومشکلات سے دوچار ہے اور اُس میں بھائی کو بھائی کے خلاف صف آرا کردیا گیا ہے، ہر سطح پر بدامنی، بے چینی، اعتماد ومحبت کی کمی نظر آرہی ہے، اِس کا کارگر علاج مولانا علی میاںؒ کی تحریک ’’پیامِ انسانیت‘‘ کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور اِس پر عمل پیرا ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کاش کہ اربابِ اقتدار اور عوام کو اِس کی اہمیت کا احساس ہو۔

بہار میں فروغ اُردو کے لئے کیا کیا جائے

محمد شاھد محمود پوری

زمانہ قدیم سے سرزمین بہار تہذیب وتمدن، ثقافت اور سرچشمہ علم وعرفاں کا گہوارہ رہی ہے۔ بہار میں آباد مسلمانوں کے کئی مسائل ہیں جن میں بنیادی طور پر لسانی، دینی، تعلیمی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی مسائل ہیں۔ بہار کی سرکاری زبان ہندی اور دوسری سرکاری زبان اُردو ہے۔ میتھلی، بھوجپوری، مگہی، یہاں کی علاقائی زبان ہیں۔ ہمارا ملک بھارت مختلف مذاہب واقوام کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔

اسی طرح بہار میں بھی دو خاص قومیں یعنی ہندو اور مسلمان آباد ہیں اور آپس میں شیر وشکر بن کر زندگی گزارتے ہیں۔ بہار میں آباد مسلمانوں کی مادری زبان اُردو ہے۔ دنیا کی ساری قومیں اپنی مادری زبان کی ترویج وفروغ وارتقاء، اشاعت اور تحفظ و بقاء کے لئے کوشاں رہتی ہیں جو ان کی تہذیب وثقافت کی آئینہ دار ہیں۔ یوں تو بلاک سطح سے لے کر ملکی سطح پر اردو زبان وادب کی بقاء اوران کے فروغ وارتقاء کے نام پر بڑی بڑی کانفرنس، سمینار، سمپوزیم اور مشاعرے کا انعقاد کیا جاتا رہا ہے لیکن بنیادی سطح پر اردو زبان کی آبیاری کے لئے کچھ بھی نہیں کیا جارہا ہے جس سے اُردو زبان کو زبردست خطرہ لاحق ہے۔ ایسی صورت حال میں بڑے بڑے کانفرنس، سمینار کے ساتھ اردو زبان کی بقاء اور اس کے فروغ کے لئے بنیادی سطح پر اردو زبان کی آبیاری کی جائے تاکہ اردو زبان نئی نسل میں منتقل ہوسکے۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ بہار کے سبھی سرکاری وغیر سرکاری پرائمری مڈل وہائی اسکولوں اور کالج میں اردو تعلیم کا جائزہ لیا جائے۔

(۱) سرکاری سطح پر ریاست بہار کے سبھی پرائمری و مڈل اور ہائی اسکولوں میں کم از کم ایک اردو استاذ کی تقرری کرنے کا حکومت فیصلہ لے چکی تھی اور وزیر اعلیٰ نے یقین دہانی کرائی تھی کہ ہر حال میں ہر اسکول میں ایک اردو استاذ کی تقرری ہوگی لیکن عملی طور پر ایسا نہیں ہورہا ہے اس لئے حکومت بہار سے مطالبہ کیا جائے کہ ہر اسکول میں اردو اساتذہ کی تقرری کو یقینی بنایا جائے۔ (۲) اُردو بہار کی دوسری سرکاری زبان ہوتے ہوئے بھی بہار کے بھی درس گاہوں یا سرکاری دفاتر میں اردو میں سائن بورڈ نہیں ہے۔ اس لئے بہار سرکار سے مطالبہ کیا جائے کہ مذکورہ دفاتر واسکول کالج کا نام اردو رسم الخط میں بھی لکھا جائے۔ (۳) سرکاری سطح پر جو درخواستیں فارمیٹ مطلوب ہوتی ہیں، وہ اب تک ہندی اور انگریزی میں ہی فراہم ہوتی ہیں، ان مطلوبہ فارمیٹ کو اردو رسم الخط میں بھی دستیاب کرایا جائے۔ (۴) اسکول کی تعلیمی کمیٹی میں ایک اردو جانکار ممبر کو بھی شامل کیا جائے۔ (۵) الیکشن کمیشن سے مطالبہ کیا جائے کہ اردو رسم الخط میں بھی ووٹر لسٹ شائع کیا جائے۔ (۶) ریاست اور ضلع کے گزٹ اردو رسم الخط میں بھی شائع کئے جائیں۔

(۷) بہار کے تمام دفاتر اور تھانوں میں اردو مترجم ومعاون مترجم اور ٹائپسٹ کے خالی عہدوں پر تقرری کی جائے اور نئے دفاتر اور تھانوں میں نئی تقرری کی جائے۔ (۸) حکومت بہار کے ضابطہ کے خلاف اردو اکائیوں پر غیر اردوداں اساتذہ کی تقرری کردی جاتی ہے۔ اردو کائیوں پر اردو اساتذہ کی تقرری عمل میں لائی جائے۔ (۹) تمام ثانوی اسکولوں میں فارسی اساتذہ کی تقرری کی جائے۔ (۱۰) تمام سرکاری دفاتر میں اردو سیل قائم کیا جائے۔ (۱۱) نودے ودیالیہ میں دیگر زبان کی طرح اردو اساتذہ کی بھی تقرری کی جائے۔ (۱۲) کستوربا گاندھی بالیکا ودیالیہ میں کم از کم ایک اردو معلّمہ کی تقرری کی جائے۔ (۱۳) ریاست کے بہت سارے کالجوں میں اردو لکچرروں کے عہدے خالی ہیں، ان خالی عہدوں پر اردو لکچرروں کی تقرری کی جائے اور جن کالج میں اردو یونٹ منظور نہیں ہے وہاں اردو یونٹ دی جائے۔ (۱۴) ایسے اردو اخبارات جو تمام سرکاری تقاضوں کو پورا کرتی ہے انہیں سرکاری مراعات دی جائے۔ (۱۵) اردو کے تمام مشاورتی کمیٹی کو قانونی اختیارات دیے جائیں۔ (۱۶) اردو کے نفاذ کی نگرانی کے لئے اردو نفاذ کمیشن قائم کیا جائے۔ (۱۷) ہمیں اپنی مادری زبان پر فخر کرنا چاہئے۔ ہمیں اردو بولنا، پڑھنا اور لکھنا چاہئے۔ اردو آبادی اُردو کو عام کرے، اردو ہم سے اپنا حق مانگ رہی ہے۔ دوستوں، رشتہ داروں کو اردو میں پیغام بھیجنے کی تحریک کو آگے بڑھائیں۔ اردو کو گھر گھر عام کریں۔ موبائل اور کمپیوٹر پر اردو کی بورڈ پڑھنے اور لکھنے کے رواج کو عام کیا جائے۔ یہ ہماری اردو دوستی کا سچا ثبوت ہوگا ساتھ ہی اردو زبان پر کانفرنس، سمینار کا انعقاد دیہی علاقوں میں بھی کیا جائے۔

Scanned with CamScanner

جمہوریت کی سب سے بڑی پنچایت میں دستورِ زباں بندی!

حسین اختر

ہندستان میں شاید اب وہ دَور آپائیں جب اس کا ہر دن امن وسکون اور فروغ جمہوریت وآدمیت کا دن تھا۔ اسی طرح وہ زمانہ بھی جسے ہندستان کی حقیقی ہمہ جہت ترقی اور ارتقا سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ 1947 کے بعد سے ہندستان کی خودمختاری، دنیا میں ایک عظیم حیثیت اور وجود کا جو سلسلہ جاری ہوا تھا، اس کا سفر نئی صدی کے دوسرے دہے کے چوتھے سال میں اس وقت آکر رُک گیا جب 2014 کے پارلیمانی/ عام انتخابات میں جمہوریۂ ہند کی شہ نشین پر فسطائی اور فرقہ پرست ٹولہ قابض ہوگیا۔ جسے عرف عام میں ''بھارتیہ جنتا پارٹی'' یا ''بی جے پی'' کہا جاتا ہے۔ حالاں کہ عوام نے اسے کانگریس کی بداعمالیوں، اقلیتوں پر مظالم توڑنے اور اس کے لیڈران کی مبینہ (اسکر پٹڈ بھی) کرپشن کے ردِعمل کے طور پر واضح اکثریت سے منتخب کیا تھا مگر اس کے تو اردے ہی کچھ اور نکلے۔ ترقی (وکاس) اور کرپشن کا خاتمہ تو کجا؛ اس نے متعدد غلط اور تغلقی فیصلے لے کر ہندستان میں انارکی اور ہیزیٹیشن کا لامتناہی اور تباہ کن ماحول برپا کردیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنے ہم خیال میڈیا ہاوسز کو مستقل ٹاسک دے دیا کہ وہ جس قدر اور جس انداز سے بھی چاہے؛ ہر ممکن و ناممکن طریقے سے ہمارے مخالفین اور ہماری کرتوتوں پر آواز اٹھانے والوں کے خلائف ٹرائل کریں اور انھیں سخت سے سخت ڈگریوں سے گزاریں۔ اس کی خاطر اگر زبان وبیان اور دہن بگڑیں تو بگڑیں۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی اس کی پرواہے۔

دوسرے لفظوں میں کہا جائے تو سنگھ پریوار کی سازش اور مفسدانہ حکمت عملی کے سبب اس سلسلے کو روک دیا گیا۔ عظیم تر ہندستان کی ریاستوں پر ناجائز قبضے اور شب خون مارنے کے سبب تو اس کے جمہوری اور عوامی رائے سے تعمیر شدہ ڈھانچے کو بھی متزلزل کردیا گیا۔ جس کا سلسلہ جاری ہے اور آنے والے ایام میں دیکھے والے اس صورت حال کو مزید سنگین ہوتے دیکھیں گے۔

یوں تو حکومت اور اپوزیشن کی حقیقی ٹکراؤ کا سلسلہ روزِ اول (2014) سے ہی جاری ہے جس میں ہر سیشن میں کچھ نرم وگرم بحث ومباحثے ہوتے رہے ہیں لیکن پارلیمنٹ کے جاری سیشن (سرمائی سیشن 04 تا 22 دسمبر) کے دوران 16 دسمبر کو پارلیمنٹ کے حفاظتی حصار کو توڑتے ہوئے چند نوجوانوں کے پارلیمنٹ کی نئی بلڈنگ میں گرین بموں سے حملے اور دیگر حکومتی غلط بلوں کے پاس ہونے جیسے معاملات نے پارلیمان کا تناؤ ہائی ٹینشن بنادیا۔

پارلیمنٹ کے اندر اور باہر ہر شخص یہی سوال کررہا ہے کہ جب حملہ آوروں سے 'پارلیمنٹ ہاؤس' جیسا پاش ایریا بھی محفوظ نہیں ہے تو اُن کا تحفظ کیسے ممکن ہے۔ یہ واقعہ حالاں کہ بذاتِ خود نہایت سنگین ہے؛ مگر اس کو محض اس لیے دبادیا گیا کہ اسے انجام دینے والے 'ہندو' تھے اور انھیں انٹری پاس دینے والے رکن پارلیمنٹ کا تعلق صاحب اقتدار جماعت سے ہے؛ اسی جگہ اگر غلطی سے بھی حملہ آوروں میں سے کسی کا نام مسلمانوں جیسا ہوتا، یا وہ مسلمان ہوتے، اسی طرح انھیں پاس دلوانے والے رکن پارلیمان کا تعلق اپوزیشن سے ہوتا تو اللہ کی پناہ! اب تک آدھے سے زیادہ مسلمان جیلوں میں ہوتے اور ان کے مکان بلڈوزر گردی سے زمیں بوس کردیے گئے ہوتے؛ بین الاقوامی دہشت گرد تنظیموں سے جو اُن کے تار جڑتے اور انھیں بدنامِ زمانہ گروپس سے جوڑا جاتا، وہ جدا۔ ان پر سماجی طور پر عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا؛ اسے سوچتے ہی کلیجوں میں ہول اُٹھنے لگتے ہیں اور ذہن ودماغ میں مہیب و خوں آشام تصورات طوفانوں کی صورت میں ابھرنے لگتے ہیں۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس (INC) نے سیکورٹی کے معاملے پر ہنگامہ کرنے اور پارلیمنٹ میں حملہ کرنے والوں کی بابت سوال کرنے کے معاملے میں دونوں ایوانوں سے اپوزیشن اتحاد کے ارکان پارلیمان کو بڑی تعداد میں معطل کیے جانے کو من مانی اور آمریت سے تعبیر کیا ہے۔ کانگریس اور اپوزیشن کی دوسری جماعتوں نے میڈیا ٹاکس اور اپنے اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے آفیشل (نیز پیروڈی) پیجز پر اپنے اپنے طور پر اس صورتِ حال کی مذمت کی ہے اور اپنے پارلیمانی حقوق کی بحالی کی گہار لگائی ہے۔

مودی اور شاہ کی پالیمنٹ میں حاضری کے مطالبے کو لوک سبھا اور اجیہ سبھا اسپیکرس نے آمریت اور ظلم کی انتہا کرتے ہوئے نہ صرف رد کیا بلکہ معزز ممبران پارلیمان کو پورے سیشن (22 دسمبر تک) کے لیے معطل کردیا۔ اس طرح ایوان میں پہلی مرتبہ اس کے وقار کو مجروح کیا بلکہ ایک قسم کا 'خون خرابہ' بھی برپا کردیا گیا۔ اس طرح یہ تاثر اب سیاسی حلقوں کے علاوہ عوامی حلقوں میں بھی عام ہوگیا کہ آمریت کا دوسرا نام 'مودی۔ شاہ' ہے جسے جمہوریت جیسے پاکیزہ وجود میں خونِ فاسد کی مانند انجیکٹ کردیا گیا۔ اعداد وشمار کے مطابق متعدد سیشنز میں مودی حکومت کے دوران اب تک 255 ارکان پارلیمنٹ کے خلاف معطلی کی کارروائی کی جاچکی ہے۔ اس تعداد میں مزید اضافہ بھی ممکن ہے؛ بعض دوراندیش تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ایک دن وہ آئے گا جب پارلیمنٹ میں صرف مودی اور امت شاہ ہی باقی رہیں گے۔ ممکن ہے یہ لطیفہ ہو مگر موجودہ صورتِ حال اسے سچ ہی کیے دے رہی ہے۔

لمحۂ فکر یہ تو یہ ہے کہ ہندستان کی سب سے بڑی پنچایت میں زباں بندی کا دستور کس قدر خوف ناک اور انسانیت کش ہے۔ یہ کیسی رسم چلادی گئی کہ اب یہاں کوئی سر اٹھا کر نہیں چل سکتا، یہ کیسی گلیاں ہیں جہاں نہ مدعا کہنے کی اجازت ہے اور نہ ہی اپنے حقوق واختیارات کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ یہ کیسی جنت ہے جس پر شیطانوں اور عفریتوں کا مہیب سایہ ہے۔ اب کون اور کیسے عوام، گونگے بہرے اور بے بس شہریوں کی آواز اٹھائے گا؟ اب کون اور کیوں کر سرکاری مشینری کی زد میں آئے نوجوانوں بالخصوص اقلیتوں کے حق بات کرے گا؟ واقعہ تو یہ ہے کہ عظمت ہندستان کی کسی کو فکر نہیں؛ کسی کو خیال نہیں کہ بھارت کا وقار کس عمل میں مضمر میں ہے اور اس فکر سے بھی بالخصوص برسر اقتدار جماعت یکسر غافل ہے کہ ہم نوجوان نسلوں کو یہ کیسا ہندستان پروس رہے ہیں جس کی عظیم الشان عمارت مسلسل متزلزل ہے اور اس کی عظمتوں کے مینار گرتے ہی جارہے ہیں۔

دعاء عبدیت کا مظہر

مفتی غالب اختر قاسمی

انسانوں کی تخلیق کا بنیادی مقصد اپنے پیدا کرنے والے کی عبدیت وعبادت ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون'' ہر چیز اپنے مقصد کے لحاظ سے کامل یا ناقص سمجھی جاتی ہے، اس لیے سب سے اشرف وافضل انسان وہی ہوگا جو مقصد تخلیق کا اعلیٰ نمونہ ہو، اپنے خالق کے سامنے اظہار عجز ونیاز، تذلل، وسرافگندگی اپنی بے چارگی، مسکینی اور محتاجگی کا مکمل اظہار کرنے والا ہو اس یقین واعتماد کے ساتھ کہ ساری کائنات اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت میں ہے اور اس کے در کی فقیری وگدائی ہم انسانوں کے لئے باعث شرف وفضیلت ہے۔

چونکہ دعاء کرتے وقت بندے کا ظاہر وباطن عبدیت میں ڈوبا ہوتا ہے ساری کائنات سے منہ پھیر کر اپنے خالق ومالک حقیقی کے روبرو اپنی بے کسی کا اظہار کرتا ہے، اسی لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عین عبادت قرار دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات میں سب سے غالب وصف دعاء کا ہے، ہر چھوٹے بڑے کام کے وقت آپ کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوکر دعاء کرتے اور رب ذوالجلال کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے اور امت کو اس کی تعلیم بھی دی؛ تاکہ امت اللہ سے مانگنے کی عادی ہوجائے اور اللہ سے انکا ربط قائم رہے کوئی لمحہ اللہ سے غافل نہ ہو چنانچہ ہر عمل کی دعاء کی تلقین فرمائی جو علوم نبوت کا بیش بہا خزانہ ودولت ہے، بلکہ آپ کا معجزہ ہے ایسی ایسی دعائیں ارشاد فرمائی کہ عقل انسانی کی رسائی بھی وہاں تک نہیں ہوسکتی، اللہ رب العزت نے بھی اپنے بندوں کو اپنے سے مانگنے کا حکم دیا ''ادعونی استجب لکم'' اور وعدہ بھی فرمایا کہ اگر بندہ مجھ سے مانگے تو میں اس کی دعاء کو قبول کرونگا اور اس سے اعراض کرنے والوں کو سخت وعید بھی سنائی؛ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ''ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''من لم یسال اللہ یغضب علیھم'' یعنی جو اللہ سے نہ مانگے اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے (ترندی) کیونکہ یہ بندے کی عبدیت کے منافی ہے اور اپنے کو آقا سے بے نیاز تصور کرنا ہے کوئی آقا اپنے مملوک کی بے اعتنائی وبے توجہی کو برداشت نہیں کرسکتا۔

آج کی اس مادی ترقی اور خواہش پرستی کے دور میں جہاں مسلمان مادیت پرستی کا دلدادہ، دل لبھانے والی دنیا میں سرمست ہوکر بہت سارے احکام خداوندی کو پس پشت ڈالدیا اور ان سے روگردانی کرنے لگے، وہیں اللہ سے مانگنے اور اس کی طرف متوجہ ہوکر اپنے مسائل حل کرانے کی اپنے اسلاف کی پرانی روش کو بھی یکسر فراموش کرگئے، نتیجتاً اللہ کی رحمت کاملہ جو ہر وقت ہماری طرف متوجہ ہونے کے لیے بہانہ ڈھونڈتی ہے، ہماری طرف متوجہ نہ رہی، اس لیے آج ضرورت اس بات کی ہے آداب دعاء کی رعایت کرتے ہوئے اللہ سے مانگنے کی عادت ڈالیں۔

بعض آداب دعاء: (۱) شان کریمی پر یقین کامل کے ساتھ قبولیت کی امید لگا کر دعاء کی جائے، تذبذب وبے یقینی کے عالم میں دعاء نہ مانگی جائے (۲) نیز دعاء کی قبولیت میں عجلت کا طالب نہ ہو (۳) قطع رحمی کی دعاء نہ کی جائے (۴) حالت فراخی میں خوب دعاء کی عادت ڈالی جائے (۵) حرام لباس وطعام وغیرہ کو ترک کرنے کے بعد ہی دعاء کی جائے (۶) ان اوقات کا خیال رکھ کر دعاء کی جائے جنہیں قبولیت دعاء کے اوقات بتائے گئے ہیں (۷) باوضو قبلہ رو ہوکر اپنے دونوں ہاتھوں اٹھائے ہو، اس کا اہتمام کیا جائے (۸) دعاء کے اول وآخر میں اللہ رب العزت کی تعریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا جائے۔ اللہ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے سے مانگنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

یواے ای کے حکمراں خاندان نے دولتمندی میں دُنیا کے تمام خاندانوں کو پیچھے چھوڑ دیا

متحدہ عرب امارات کے حکمران خاندان نے دولتمندی میں دنیا کے تمام خاندانوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ امریکی جریدے بلومبرگ کی رپورٹ کے مطابق دُنیا کے سرفہرست 25 امیر ترین خاندانوں میں ابوظہبی کا خاندان امریکہ کے والٹن خاندان کو پیچھے چھوڑ کر دنیا کا امیر ترین خاندان بن گیا ہے۔ 2023 میں متحدہ عرب امارات کا حکمران خاندان النہیان 305 ارب ڈالرز کے ساتھ سرفہرست رہا۔ 5 سال میں یہ پہلا موقع ہے کہ والمارٹ کے وارثوں کے علاوہ کوئی اور خاندان دنیا کا امیر ترین خاندان بنا ہے۔ بلومبرگ کی رپورٹ کے مطابق دوسرے نمبر پر والٹن خاندان، تیسرے پر فرانسیسی لگژری فیشن ہاؤس ہرمیس کے مالکان ہیں، امریکی خاندان مارس چوتھے، قطر کا شاہی خاندان الثانی پانچویں، امریکی کوچ انڈسٹریز کے مالکان چھٹے، سعودی عرب کا شاہی خاندان السعود ساتویں، انڈیا کے ریلائنس انڈسٹریز کے مالکان امبانی خاندان آٹھویں، نویں پر فرانس کے لگژری فیشن ہاؤس کے مالکان، دسویں پر کینیڈا کے میڈیا ہاؤس تھامس رائٹر کے مالکان ہیں، رپورٹ کے مطابق امیر ترین خاندانوں میں امریکا کے 8، فرانس کے 4، جرمنی کے 3 جب کہ متحدہ عرب امارات، قطر، سعودی عرب، انڈیا، کینیڈا، سویٹزرلینڈ، بلجیم، انڈونیشیا، اٹلی اور ہانگ کانگ کا ایک ایک خاندان شامل ہے۔

Scanned with CamScanner

اقوام متحدہ کا امتیازی رویہ امن عالم کیلئے خطرناک!

پروفیسر مشتاق احمد

غزہ میں حماس اور اسرائیل کے درمیان گزشتہ پچاس دنوں سے جاری جنگ کچھ دنوں کیلئے ملتوی ہوگئی تھی اور قطر کی مصالحت کی بنیاد پر حماس اور اسرائیل نے ایک معاہدہ ہوا جس کے مطابق حماس اسرائیلی یرغمالیوں کو اس شرط پر رہا کرنے پر راضی ہوگیا کہ اس رہائی کے بدلے میں اسرائیل بھی فلسطینی قیدیوں کو رہا کرے گا۔ معاہدے کے مطابق اسرائیلیوں کو حماس نے چھوڑ دیا ہے اور اسرائیل نے بھی فلسطینی قیدیوں کو رہا کیا ہے۔ لیکن غزہ کھنڈر میں تبدیل ہونے اور دس ہزار سے زیادہ فلسطینی عوام جن میں چار ہزار سے زیادہ بچے شامل ہیں ان کی جانیں تلف ہونے کے بعد یہ معاہدہ ہوا اس کے بعد پھر اسرائیلی فوجیں غزہ پر بمباری شروع کردی جو ہنوز جاری ہے۔

واضح ہو کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد پوری دنیا میں یہ فکر عام ہوئی کہ جنگ سے نہ صرف انسانی جانوں کا زیاں ہوتا ہے بلکہ انسانی معاشرہ طرح طرح کی تباہیوں کا شکار ہوجاتا ہے لہٰذا ایک ایسی تنظیم قائم ہونی چاہئے جو دنیا کو جنگ کی تباہیوں سے محفوظ کر سکے اور اسی فکر کی بنیاد پر لیگ آف نیشنز کا قیام عمل میں آیا لیکن جس مقصد سے یہ عالمی تنظیم قائم ہوئی تھی وہ ناکام رہی اور نتیجتاً دنیا کو دوسری جنگ عظیم کی تباہیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن دوسری جنگِ عظیم کے بعد بھی امن عالم کیلئے کوشش جاری رہی اور ایک نئی تنظیم یواین او یعنی اقوامِ متحدہ کا جنم ہوا اور بین الاقوامی سطح پر مختلف ممالک نے یہ عہد کیا کہ اب دنیا میں جنگ نہیں ہونے دیں گے۔ واضح ہو کہ 25/اپریل 1945ء سے 26/جون 1945ء امریکہ کے شہر سن فرانسسکو میں پچاس ممالک کے مندوبین نے بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی اور اسی کانفرنس میں اقوام متحدہ کا چارٹر تیار کیا گیا جو 24/اکتوبر 1945ء کو حتمی طور پر تسلیم کرلیا گیا۔ اس کا صدر دفتر امریکہ کے نیویارک میں قائم ہوا اور آج اقوامِ متحدہ کے ارکان کی تعداد 193 ممالک ہیں۔ اگر اقوام متحدہ کے چارٹر پر سرسری نگاہ دوڑائیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بلاشبہ اقوامِ متحدہ کا مقصد تحفظ انسانیت کے لئے ایک ٹھوس لائحہ عمل ہے لیکن تلخ سچائی یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر صرف اور صرف کاغذی بن کر رہ گئے ہیں اور اقوامِ متحدہ کی کارکردگی اس کے مقاصد کے بالکل برعکس ہے کیونکہ اقوامِ متحدہ چارٹر میں یہ عہد کیا گیا تھا کہ اب دنیا میں آنے والی نسلوں کو جنگ سے بچائیں گے، حقوق انسانی کے پاسدار رہیں گے، مرد اور عورتوں کے مساوی حقوق کی حفاظت کریں گے اور بین الاقوامی امن اور تحفظ کی خاطر فعال رہیں گے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اقوامِ متحدہ کا کردار دورِ آغاز سے ہی مشتبہ رہا ہے اور طاقتور ممالک کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔ بالخصوص اقوامِ متحدہ کا امتیازی رویہ پسماندہ اور ترقی پزیر ملکوں کیلئے محض ہاتھی کا سفید دانت بن کر رہ گیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کا قیام جس مقصد سے ہوا تھا وہ فوت ہوچکا ہے اور اب صرف اور صرف اس کی حیثیت ایک تماشائی کی ہوکر رہ گئی ہے۔ اقوامِ متحدہ کی مختلف ذیلی تنظیمیں ہیں جو فلاح و بہبود کیلئے کام کرتی ہیں لیکن اس کے اختیارات پر بھی طاقتور ملکوں کی نکیل ہے جس کی وجہ سے ریڈ کراس اور یونیسیف بھی اپنے مقاصد میں ناکام ثابت ہورہی ہے ورنہ گزشتہ ایک سال سے روس اور یوکرین کی جنگ اور پھر دو ماہ سے اسرائیل اور حماس کی جنگ میں ہزاروں انسانوں کی جانیں جا چکی ہیں اور ہنوز جنگ جاری ہے۔ فلسطینیوں پر جس طرح کا ظلم وستم ڈھایا جارہا ہے اور بے قصور عوام کی زندگی اذیت ناک بن کر رہ گئی ہے ایسے حالات میں اقوامِ متحدہ صرف اور صرف گھڑیالی آنسو بہا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اقوامِ متحدہ سپر پاور کے ممالک یعنی جن ممالک کو ویٹو کا اختیار ہے اس کے سامنے سرنگو ہے ورنہ غزہ کے پچیس لاکھ لوگوں پر دو ماہ سے اسرائیل کی بمباری ہورہی ہے وہاں انسانی زندگی جینے کی تمام تر سہولیات ختم کردی گئی ہیں، اسپتالوں کو نیست و نابود کیا جارہا ہے، الشفاء اور انڈونیشیائی اسپتال کو غزہ میں تہس نہس کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں زخمی افراد دم توڑ رہے ہیں اور ہزاروں معصوم بچوں کی جانیں جا چکی ہیں۔ اس کربناک اور دردناک منظر کو دیکھ کر پوری دنیا صرف افسوس ظاہر کررہی ہے مگر اسرائیل اور حماس کے درمیان کی جنگ کو روکنے میں ناکام ہے۔ ٹھیک اسی طرح یوکرین اور روس کی جنگ بھی جاری ہے اور وہاں بھی عوام پریشان حال ہیں۔ یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ حماس نے جو غیر انسانی فعل انجام دیا ہے اس کی بھی مذمت کی جانی چاہئے لیکن اس کا قطعی یہ مطلب نہیں ہے کہ حماس کی جارحانہ کارکردگی کے خلاف اسرائیل غزہ پٹی کے لاکھوں افراد کی زندگی کو اذیت ناک بنا دے اور دس ہزار سے زیادہ افراد کو ہلاک کردے۔ اس لئے اقوامِ متحدہ کے متعلق عالمی برادری کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کا وجود کس کام کیلئے ہے کیونکہ یہ تنظیم اپنے چارٹر اور مقاصد پر عمل کرنے میں صد فیصد ناکام ثابت ہورہی ہے۔ موجودہ سکریٹری جنرل انٹونیو گوٹیرش اور صدر جنرل اسمبلی ماریہ فرننڈا اسپنوسا کا رول ایک تماشائی سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کی ہر ایک صدا صدا بہ صحرا ثابت ہورہی ہے اور امریکہ کی چودھراہٹ قائم ہے۔ وہ یوکرین اور اسرائیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر جنگ کو طول دے رہا ہے اور اقوامِ متحدہ کے تمام ارکان محض دکھاوے کے لئے افسوس ظاہر کرنے تک محدود ہے۔

اب جب دس ہزار سے زائد فلسطینی جن میں دو ہزار سے زائد معصوم بچے شامل ہیں وہ اسرائیلی جارحیت کے شکار ہوکر جاں بحق ہوچکے ہیں تو اب اسرائیلی یرغمالیوں کو بچانے کیلئے سیز فائر اور قطر کے ذریعہ مصالحت کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ کس طرح حماس کے قبضے سے اسرائیلیوں کو نجات مل سکے۔ اسرائیل دہائیوں سے فلسطینیوں پر ظلم وستم کا بازار گرم کئے ہوا ہے اور اقوامِ متحدہ تماشائی بن کر سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فلسطینی عوام پر اسرائیلی ظلم وستم کے معاملے میں عرب ممالک بھی کم قصوروار نہیں ہیں۔ عرب ممالک کی خاموشی کہیں نہ کہیں اسرائیلی حکومت کی حوصلہ افزائی کی ضامن رہی ہے اور آج بھی عرب ممالک جس طرح فلسطین میں مسلم نسل کشی پر خاموش ہے اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اسرائیلی اور امریکی طاقتوں کے سامنے سرنگوں نظر آتے ہیں۔ ورنہ غزہ میں جو قیامت برپا ہوئی اور تقریباً پندرہ لاکھ فلسطینیوں کو غزہ چھوڑ کر دربدری پر مجبور ہونا پڑا اور ہزاروں فلسطینی جاں بحق ہوئے اس کے بعد وقتی جنگ بندی ہوئی ہے اور تمام عرب ممالک غزہ کو کھنڈر بنتے دیکھتا رہا ہے۔ اب جب اسرائیل کی شرطوں پر حماس اور اسرائیل میں معاہدہ ہوا ہے تو عرب ممالک بھی امریکہ کی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ فلسطین کے دیرینہ مسائل کے مستقل حل پر کوئی پہل نہیں ہورہی ہے۔

کیا آپ کو سکون کی تلاش ہے

مفتی عبد المتین بجنوری

دنیا کے ہر عقلمند شخص کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس کی زندگی سکون کے ساتھ گزرے اور اس کی تمام کوششیں اس کے لئے انجام پاتی ہیں۔ زندگی کو پرسکون اور پرلطف بنانے کے لئے جہاں بہت سے اسباب اور باتیں ہیں ان میں سے دو باتیں بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں، وہ دو کام آپ کے سامنے مندرجہ ذیل سطروں میں آتی ہیں۔ ''جو گزر گیا سو گزر گیا'' ماضی کے جو حادثات پریشانیاں گزر گئی آپ ان کو یاد نہ کیجئے۔ کیونکہ ماضی میں جینا اس کے غموں اور تکلیفوں کو یاد کرتے رہنا اس پر افسوس کرنا بے وقوفی اور حماقت ہے اس کے ارادے کمزور اور موجودہ زندگی بیکار ہوجاتی ہے۔ حکماء کہتے ہیں ماضی کی فائل لپیٹ کر رکھ دینی چاہئے۔ ماضی کا مطلب ہے پہلے جو گذر گیا اس پر رنج اور غم کرنا نادانی ہے آپ اسے واپس نہیں لاسکتے، کیونکہ آپ دریا کو اصل کی طرف، سورج کو مطلع کی طرف، بچہ کو ماں کے پیٹ میں، دودھ کو چھاتی میں اور آنسوؤں کو آنکھ میں واپس نہیں لاسکتے۔

ماضی کے سائے میں رہنا، اس کی آگ میں جھلسنا ایک افسوس ناک اور مرعوب کن بات ہے، ماضی کے گڑھے مردے اکھاڑنے اور تاریخ کے اوراق پلٹانے سے کیا حاصل۔ اللہ نے ماضی میں گزشتہ قوموں کا جو ذکر کیا ہے وہ صرف عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے ہے۔ رنج وغم کی دنیا میں ڈبکی لگانے کے لئے نہیں، ماضی کو یاد کرنا پسے ہوئے آٹے کو دوبارہ پیسنے جیسا ہے۔ ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم حال سے عاجز اور ماضی سے چپکے ہوئے ہیں حالانکہ ماضی کو واپس لانے پر جن وانس جمع ہوکر قادر نہیں، یاد رکھئے! ہوا آگے چلتی ہے، پانی آگے بہتا ہے، کارواں آگے چلتا ہے، یہ سنت حیات ہے اس کی مخالفت نہ کیجئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ ''اپنے آج پر نظر رکھیں'' نہ کل جو اچھا برا گزر گیا اور نہ آئندہ پر جو ابھی آیا نہیں۔ آپ یہ مانیں مجھے بس یہی آج کی زندگی ملی ہے، آج ہی کا سورج میرے پاس ہے، ایسا کرنے پر آپ اپنی پوری توجہ، ساری صلاحیت صرف آج پر لگائیں گے نماز پڑھیں گے تو خشوع وخضوع کے ساتھ، تلاوت تدبر اور فکر کے ساتھ، جانکاری، علم کا حصول تامل اور غور وفکر کے ساتھ، ذکر جی لگا کر، معاملات، کاروبار توازن شفافیت اور شناخت کے ساتھ نپٹائیں گے۔ اپنے اوقات کو تقسیم کریں گے خیر اور احسان کے بیج بوئیں گے، گناہوں سے توبہ اور خدا کو یاد کریں گے تو آپ کا یہ دن رنج وغم، گھبراہٹ، کینہ بغض وحسد سے خالی گزرے گا۔ ماضی پر جب آپ کو آج تازہ گرم روٹی مل گئی تو کل کی روکھی سوکھی سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کوئی غم نہ: ہم نہ ہوگا۔ جب آپ نے آج ٹھنڈا میٹھا پانی پی لیا تو کل کا نمکین کھارا پانی اس پر کوئی اثر نہ کرے گا۔ اس طرح آپ کا دن فرحت ومسرت، امن وچین کے ساتھ گزرے گا، آپ اپنی روزی، روزگار، بیوی، بچوں، گھر علم اور معیار زندگی سے خوش رہیں گے۔

بقیہ یادوں کے چراغ

18 دسمبر 2023 کو جب والد صاحب عمرہ کے سفر پر روانہ ہوئے تو دہلی سے فون کیا کہ حضرت مولانا احمد مرتضیٰ صاحب کا فون نہیں لگ رہا ہے ان سے بات کرو اور میری طرف سے سلام پیش کردو اور دعاء کی درخواست بھی کرو، میں نے والد صاحب کے حکم پر حضرت کو فون لگایا؛ لیکن دن کے حصہ میں فون ریسیو نہیں ہوا، بعد مغرب عشاء سے قبل حضرت مولانا نے خود ہی فون کیا سلام ودعاء کے بعد ہم نے والد صاحب کا پیغام سنادیا، بہت خوش ہوئے دعائیں دیں اور فرمایا والد صاحب سے بھی دعاء کی درخواست کردیں اور وہاں (سعودی) کا رابطہ نمبر مجھے دیں۔

حضرت کئی سالوں سے بلڈ پریشر اور شوگر کے مریض تھے، جس کا علاج مستقل جاری تھا، مغرب بعد تنفس کی شکایت ہوئی، فوری ڈاکٹر سے رابطہ ہوا وقتی افاقہ بھی محسوس کیا گیا، لیکن رات کے آخری حصہ میں سانس لینے میں کافی دقت محسوس ہوئی، موجود ڈاکٹروں نے صورت حال کا جائزہ لے کر کسی بڑے اسپتال لے جانے کا مشورہ دیا، انھیں شہر کے مشہور ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، افاقہ نہ ہوسکا، مورخہ 9 جمادی الثانی 1445ھ مطابق 23 دسمبر 2023ء قبل نماز فجر اللہ کو پیارے ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے 77 سال کی عمر پائی، انتقال کے دن تک درس وتدریس میں مشغول رہے، حضرت کے انتقال کی خبر سے مظاہر علوم اور ان کے ہزاروں شاگردوں میں غم کی لہر دوڑ گئی، حضرت کے صاحبزادگان کی اجازت سے تجہیز وتکفین کا نظم سہارنپور ہی میں کیا گیا، بعد نماز ظہر، نماز جنازہ مدرسہ مظاہر علوم کے وسیع صحن میں ادا کی گئی۔ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم جدید سہارنپور حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حاجی شاہ کمال الدین قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، رب العزت حضرت الاستاذ کی مغفرت فرمائے، جملہ پسماندگان اور صاحبزادگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

Scanned with CamScanner

قانون الٰہی پر انگشت نمائی

مفتی ہمایوں اقبال ندوی

بی جے پی کے ایک ایم پی نے راجیہ سبھا میں پھر یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی مانگ کی ہے، اور یہ کہاہیکہ "مسلم اور مسیحی برادریوں کی خواتین کو طلاق، جائیداد اور گود لینے جیسے حقوق حاصل نہیں ہیں، طلاق کی صورت میں خواتین ہندو مذہب کے خواتین کی طرح میٹنینس الاونس نہیں لے پاتی ہے، خاندانی جائیداد میں بھی انہیں برابر کا حق حاصل نہیں ہے"، افسوس کی بات یہ بھی ہے کہ راجیہ سبھا جیسی ملک کی باوقار مجلس میں یہ باتیں بغیر اسلامی معلومات کے پیش کی جارہی ہیں اور ہندو مذہب کو رول ماڈل بنا کر پیش کیا جارہا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو سب سے زیادہ خواتین کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے، طلاق وراثت اور دیگر تمام معاملات میں بھی صنف نازک کے ساتھ مکمل انصاف کرتا ہے۔

اسلام مذہب میں شادی مرد وعورت کے درمیان ایک پاک رشتہ اور رضامندی پر مبنی معاہدہ کا نام ہے، جب اس رشتہ میں تلخی پیدا ہوجائے اور اتنا تلخ ہوجائے کہ نباہ کی شکل نظر نہ آتی ہو تو اس معاہدہ کو خوبصورتی سے ختم کیا جاسکتا ہے، میاں بیوی میں سے دونوں کو یہ حق حاصل ہے، شوہر کو اسی لئے طلاق کا حق دیا گیا ہے اور بیوی کی طرف سے معاہدہ نکاح کو ختم کرنے کی پیشکش کو خلع کہتے ہیں، عورت اگر یہ چاہتی ہے کہ اسے بھی طلاق کا حق حاصل ہو جیسا ایک مرد کو حاصل ہے تو وہ نکاح کے وقت یہ شرط بھی رکھ سکتی ہے، شرعی اصطلاح میں اسے تفویض طلاق کہتے ہیں، اس کے ذریعہ وہ کسی بھی وقت خود پر طلاق واقع کرسکتی ہے، اس کے علاوہ بھی ایک عورت کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے، اگر کوئی مسلم بہن اپنے شوہر کے ظلم وناانصافی سے پریشان ہے تو قاضی وقت کے ذریعہ اپنا نکاح فسخ کراسکتی ہے، مطلق یہ کہہ دینا کہ مسلم خواتین کو طلاق اور نکاح سے آزادی کا حق نہیں ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

دوسری چیز طلاق کی صورت میں ایک مسلم خاتون کو عدت کا خرچ ازروئے شرع دینا واجب ہے، اگر مطلقہ خاتون کی پرورش میں بچے ہیں تو اس کا میٹنینس الاونس بھی سابق شوہر کے ذمہ لازم ہے، بچہ پل رہا ہے تو سات سال تک یہ خرچ مرد کو برداشت کرنا ہوگا، اگر بچی ہے تو بلوغ تک خرچہ دینا ہوگا، اس دوران پرورش کی اجرت بھی مرد پر لازم ہوگی، یعنی اس مطلقہ کو اتنی مقدار میں اجرت دینی ہے جو اس کے اخراجات کے لئے کافی ہوں، یہ میٹنینس الاونس نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

جہاں تک گود لینے کی بات ہے تو مذہب اسلام میں اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، اسلام سے پہلے عرب میں یہ مزاج تھا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو آپ کے غلام تھے، ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا کہ وہ جاسکتے ہیں، مگر حضرت زید نے آپ کے پاس رہنا پسند کیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا، اب لوگ انہیں زید بن حارثہ کی جگہ زید بن محمد کہنے لگے، قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنادیا ہے، یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں، اللہ حق بات ارشاد فرماتے ہیں اور صحیح راستہ کی ہدایت کرتے ہیں، ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کرکے پکارو، اللہ کے نزدیک یہی قرین انصاف ہے (سورہ احزاب)

اس قرآنی حکم کی روشنی میں اگر کوئی خاتون کسی بچہ کو گود لیتی ہے تو اس عمل سے یہ بچہ اس کا نہیں ہوسکتا، پھر گود لینے کے حق کا سوال ہی قائم نہیں ہوتا ہے۔

آخری بات موصوف نے اسلام میں خاندانی جائیداد میں خواتین کے برابر حصہ پر بات کی ہے، اس کے لئے اسلامیات کا مطالعہ ضروری ہے، والدین کے انتقال کی صورت میں ایک بیٹا کو دو بیٹیوں کا حصہ ازروئے شرع دیا گیا ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ صنف نازک کو شریعت اسلامیہ نے کسی حال میں تنہا نہیں چھوڑا ہے، عورت اگر بیٹی ہے اور غیر شادی شدہ ہے تو اس کی پرورش، تعلیم وتربیت ودیگر اخراجات کی ذمہ داری اس کے والد کی ہے، اس کی وفات کے بعد بھائی اس کا ذمہ دار اور کفیل ہوجاتا ہے اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو قریب ترین مرد شخص مثلا چچا وغیرہ اس کے کفیل اور جملہ اخراجات سے متعلق مسئول ہوتے ہیں، میراث کے باب میں یہ ذمہ دار اشخاص عصبہ کہلاتے ہیں، وارثین کو ان کا متعین حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے مال کا یہ حق دار ہوجاتے ہیں، یہ مرحوم کے قریب ترین مرد رشتہ دار ہوتے ہیں، بطور مثال مرنے والی کی ایک ہی بیٹی ہے اور باقی اولاد نہیں ہے اور مرحوم کے کچھ بھائی ہیں، اس صورت میں بیٹی کو پوری جائیداد کا نصف حصہ ملے گا، بقیہ بچا ہوا آدھا مال بھائیوں میں تقسیم ہوگا اور یہ سبھی اس بچی کے گارجین اور ذمہ دار ہوگئے ہیں، اس کی کفالت اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔

اسلامی شریعت میں صرف خاندانی جائیداد ہی تک خواتین کا حصہ محدود نہیں ہے؛ بلکہ ہر قسم کی جائیداد میں خواتین کو حصہ دیا گیا ہے، میراث کے باب میں ایک عورت بیوی، ماں اور بہن کی حیثیت سے بھی حصہ پاتی ہے، بیٹے کی وفات کی صورت میں ماں اور باپ کو برابر حصہ ملتا ہے، یہاں ماں کو عورت ہونے کی وجہ سے کم یا باپ کو مرد ہونے کی وجہ سے زیادہ نہیں ملتا ہے، قرآن کریم کی سورۃ النساء میں اللہ تعالی نے وارثین کے حصوں کو الگ الگ کرکے بتلا دیا ہے اور پھر یہ اعلان بھی فرمادیا ہے، یہ اللہ کے مقرر کردہ حصے ہیں، ان کا پاس ولحاظ ازحد ضروری ہے، ارشاد خداوندی ہے؛ یہ سارے احکام اللہ کی حدیں ہیں، جو اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، یہ ہمیشہ ہمیش ان میں ہی رہیں گے، یہ بڑی زبردست کامیابی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے نکل جائے گا تو اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہیں ہمیشہ ہمیش رہے گا اور اسے ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت ہی ذلت ہے۔ (سورۃ النساء۔۱۴)

قرآن کریم مسلمانوں کے لئے خدا کی نازل کردہ قانون کی کتاب ہے، یہ کوئی انسانی قانون سازی نہیں، جس طرح 1956ء میں وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی سرپرستی میں ہندو کوڈ بل کے ذریعہ ہندو قانون وراثت کی قانون سازی ہوئی ہے، اس پر اسلامی قانون وراثت کا قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اسلامی قانون وراثت درحقیقت یہ خدائی تقسیم اور قانون الٰہی کا نام ہے، اس پر سوال قائم کرنا، یا اس کی تبدیلی کی بات کرنا دراصل خدا کے قانون پر انگشت نمائی کرنا ہے. نعوذ باللہ من ذالک

ساڑھے تین سو سالہ سنہری مسجد کے انہدام کی سازش: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ایک بیان میں واضح کیا کہ نئی دہلی، رفیع مارگ پر واقع ساڑھے تین سو سالہ سنہری مسجد کو شہید کرنے کی کسی بھی سازش کو قبول نہیں کیا جائے گا، مسلم پرسنل لا بورڈ کے ترجمان ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس نے ایک بیان میں کہا ہے کہ نیو دہلی مونسپل کونسل نے ایک مبہم نوٹس جاری کرکے سنہری مسجد کو شہید کرنے سے متعلق لوگوں سے اعتراضات طلب کئے ہیں۔ نوٹس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ دہلی ٹریفک کمشنر نے مسجد کے اردگرد ٹریفک کے بآسانی گزرنے میں پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے این ڈی ایم سی سے اس مسجد کو ہٹائے جانے کا مطالبہ کیا ہے۔ جس پر این ڈی ایم سی نے مسجد کا مشترکہ معائنہ کیا اور اس معاملہ کو مذہبی کمیٹی کے سپرد کیا۔ اب یہ کہا جارہا ہے کہ نام نہاد مذہبی کمیٹی نے اتفاق رائے سے یہ کہہ دیا ہے کہ مسجد کو منہدم کیا جاسکتا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ یہ واضح کردینا ضروری سمجھتا ہے کہ سنہری مسجد نہ صرف ایک قدیم مسجد ہے بلکہ ان 123 وقف اراضیوں میں شامل ہے جس پر ہائی کورٹ نے اسٹے لگا رکھا ہے۔ اسی طرح یہ مسجد ہیریٹیج پراپرٹیز کے گریڈ III میں بھی شامل ہے جس کے بارے میں ہیریٹیج کنزرویشن کمیٹی کی ہدایت ہے کہ یہ عمارتیں سماجی اور فن تعمیر و جمالیاتی حسن کے لحاظ سے مخصوص اہمیت کی حامل ہیں۔ لہٰذا ان کا منہدم کیا جانا اس لحاظ سے بھی غلط ہے، مسجد کو شہید کرنے کے لئے ٹریفک کا بہانہ کھڑا کیا گیا۔ اس سے قبل اس مسجد کے انہدام کے اندیشہ کے پیش نظر عدالت میں کیس داخل کیا گیا تھا اور عدالت نے اس پر اسٹے لگاتے ہوئے یہ یقین دہائی کرائی تھی کہ اسے منہدم نہیں کیا جائے گا۔ اس یقین دہائی کے بعد ہی اس کیس کو واپس لے لیا گیا تھا۔ این ڈی ایم سی اگر عدالت کی اس یقین دہائی کے خلاف کاروائی کرتا ہے تو توہین عدالت کا بھی مرتکب ہوگا۔ مسلم پرسنل لا بورڈ یہ واضح کردینا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ مسلمانان ہند مسجد کے انہدام کو برداشت نہیں کریں گے۔ مسجد اللہ کا گھر اور وقف الی اللہ ہے۔ اس کو نہ تو منتقل کیا جاسکتا ہے، نہ ہی اس کی کوئی خرید فروخت ہوسکتی ہے۔ لہٰذا این ڈی ایم سی اپنے اس مذموم ارادے سے فوری باز آجائے اور ملک کی راجدھانی میں خواہ مخواہ فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے سے گریز کرے۔ اس سلسلے میں کچھ دینی تنظیمیں اور انصاف پسند لوگ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی تیاری کررہے ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی لیگل کمیٹی اس سلسلے میں ان کا تعاون کرسکتی ہے، ہم ریاستی ومرکزی حکومتوں پر یہ واضح کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ مساجد، منادر، گرودواروں ودیگر عبادت گاہوں کے انہدام کے ارادوں سے فوری طور پر باز آجائیں اور ملک کی فرقہ وارانہ صورت حال کو مزید پراگندہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔

بقیہ ملی سرگرمیاں..........

مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء نے حاجی امجد علی مسجد خضر پور کولکاتا میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ سے آپ کا رشتہ ایمانی رشتہ ہے اور ایمانی رشتہ خونی رشتہ سے زیادہ مضبوط ہوا کرتا ہے، آپ نے امارت شرعیہ کے قیام کے پس منظر کو تفصیل سے بیان کیا اور کہا کہ امارت شرعیہ سے آپ کی وابستگی درحقیقت اسلام سے وابستگی کی واضح دلیل ہے، آپ نے وراثت کے تقسیم کے سلسلہ میں تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ بیٹی اور بہن کو وراثت سے محروم کردینا یہ درحقیقت اسلامی قانون کی خلاف ورزی ہے، اس پروگرام کو کامیاب وبامقصد بنانے میں مولانا مفتی محمد ضمیر الدین قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ ۲۵ رفیرس لین کولکاتا، مولانا مفتی محمد فلاح الدین قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ توپسیا کولکاتا، مولانا مفتی محمد اکبر قاسمی نائب قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ توپسیا کولکاتا، مولانا مفتی روح الامین قاسمی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ، مولانا مفتی محمد حامد بادشاہ قاسمی امام وخطیب سولہ آنہ مسجد خضر پور کولکاتا، مولانا قاری فیض احمد قاسمی امام وخطیب اسماعیل مسجد خضر پور کولکاتا، مولانا قاری عبدالرحمان صاحب ناظم مدرسہ محمود العلوم خضر پور کولکاتا، مولانا فضل اللہ قاسمی نائب امام وخطیب سولہ آنہ مسجد خضر پور کولکاتا، حاجی کلیم الدین صاحب انڈیا ریسٹورنٹ خضر پور کولکاتا، حاجی کفیل احمد صاحب میٹرو گیسٹ ہاؤس خضر پور کولکاتا اور شہر کے دیگر علماء وائمہ نے اہم رول ادا کیا۔ واضح رہے کہ مولانا محمد اعجاز نگراں تعلیم امارت شرعیہ اور حافظ محمد احتشام رحمانی رکن شوری امارت شرعیہ، مولانا مفتی محمد منصف قاسمی دارالقضاء امارت شرعیہ شریک سفر رہے۔ پروگرام کے اختتام کے بعد حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم اور دیگر ارکان وفد نے مدرسہ محمود العلوم خضر پور کولکاتا کے ذمہ داران خصوصاً قاری عبدالرحمان کی دعوت پر مدرسہ ہٰذا کا معائنہ فرمایا اور دعائیہ کلمات سے نوازا، نیز مولانا اکبر علی قاسمی مہتمم مدرسہ تعلیم الفرقان مٹیابُرج کولکاتا کی دعوت پر حضرت امیر شریعت تشریف لے گئے، مدرسہ ہٰذا سے فارغ ہونے والے دو خوش نصیب حفاظ کرام کی تکمیل حفظ کرائی اور دعائیہ کلمات سے نوازا، انشاء اللہ ۲۴ ردسمبر روز اتوار کو یہ پروگرام حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی صدارت میں بمقام اسماعیل مسجد خضر پور کولکاتا، مٹیا بُرج مسجد اور جمہوری مسجد کولکاتا وغیرہ میں منعقد ہوگا، اور ۲۵ ردسمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار کو مدرسہ عربیہ حنفیہ قاسم العلوم تیلنی پاڑہ ضلع ہُگلی (مغربی بنگال) میں افتتاح دارالقضاء کا عظیم الشان اجلاس عام کا انعقاد عمل میں آئے گا اور قاضی شریعت کی تقرری کا بھی اعلان ہوگا۔

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

شمالی ہندوستان میں دھند کا الرٹ جاری

اس وقت ملک کی راجدھانی دہلی۔این سی آر سمیت پورے شمالی ہندوستان میں گھنا کہرا چھایا ہوا ہے۔رات کے وقت کچھ جگہوں پر سڑکوں پر حد نگاہ صفر ہو جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ محکمہ موسمیات نے دہلی۔این سی آر، اتر پردیش، راجستھان اور ہریانہ سمیت پورے شمالی ہندوستان میں دھند کا الرٹ جاری کیا ہے۔ماہر موسمیات کلدیپ سریواستو نے کہا کہ اگلے ایک ہفتے کے دوران ہماچل پردیش، اتراکھنڈ اور جموں وکشمیر میں برف باری کا امکان ہے۔تاہم فی الحال نئے سال تک سردی میں زیادہ اضافے کی امید نہیں ہے۔دعویٰ کیا گیا کہ ویسٹرن ڈسٹربنس کی وجہ سے 31 جنوری سے 2 جنوری تک شمالی ہندوستان میں بارش کا امکان ہے، جس کی وجہ سے شدید سردی پڑ سکتی ہے۔دہلی۔این سی آر میں آلودگی اور سردی کی دوہری مار جاری ہے۔سرد لہر کے ساتھ ساتھ دھند اور فضا میں جمی آلودگی کی تہہ دارالحکومت کو گیس چیمبر کی طرح بنا رہی ہے، لیکن ٹھنڈ اب بھی گزشتہ سالوں کے مقابلے میں کم پڑ رہی ہے۔ایسا کیوں اور دھند کا اثر کب تک کم پڑنے کی امید ہے؟اس سلسلہ میں ماہر موسمیات کلدیپ سریواستو نے کہا کہ دہلی این سی آر سمیت اتر پردیش پورے شمالی ہندوستان میں مسلسل دھند چھائی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ لکھنؤ سے کشمیر تک میں بھی درجہ حرارت گر گیا ہے۔(ایجنسی)

10 لاکھ بحالی: نصف کے قریب ہم لوگ پہنچ چکے ہیں

وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے کہا کہ ہماری پارٹی میں کسی طرح کی کوئی ناراضگی نہیں ہے پارٹی پوری متحد ہیں، ریاست میں بڑے پیمانے پر بحالی ہو رہی ہے ہم نے اعلان کیا تھا کہ 10 لاکھ نوجوانوں کو نوکری دیں گے اس میں آدھے کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ٹیچر کے علاوہ مختلف محکموں میں بھی بحالی کا عمل جاری ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ 10 لاکھ نوکری کے ہدف کو جلد ہی حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہو جائیں گے۔

ای ڈی: چارج شیٹ میں پہلی بار پرینکا گاندھی کا نام

ای ڈی نے ہریانہ کے فرید آباد میں زمین کی خریداری سے متعلق معاملے میں چارج شیٹ میں پرینکا گاندھی کا نام شامل کیا ہے، ان کے شوہر رابرٹ واڈرا کا نام بھی چارج شیٹ میں شامل کیا گیا ہے؛ تاہم چارج شیٹ میں پرینکا کا نام اور رابرٹ واڈرا کا نام بطور ملزم شامل نہیں کیا گیا ہے، کانگریس لیڈر پرینکا گاندھی کا نام 'پریوینشن آف منی لانڈرنگ ایکٹ' سے متعلق ایک کیس کی چارج شیٹ میں درج کیا گیا ہے، انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ (ای ڈی) نے کہا ہے کہ رابرٹ واڈرا اور پرینکا گاندھی واڈرا نے دہلی کے ایک رئیل اسٹیٹ ایجنٹ کے ذریعے ہریانہ میں زمین خریدی، اس ایجنٹ نے این آر آئی بزنس مین سی سی تھمپی کو زمین بھی بیچی، ای ڈی چارج شیٹ میں پہلی بار پرینکا گاندھی واڈرا کا ذکر کیا گیا ہے، سی سی تھمپی اور سمیت چڈھا کے خلاف داخل چارج شیٹ میں پرینکا گاندھی کا نام درج کیا گیا ہے۔تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ رابرٹ واڈرا اور تھمپی کے علاوہ پرینکا گاندھی نے بھی فرید آباد میں زمین خریدی تھی۔ سنجے بھنڈاری کے قریبی تھمپی اور واڈرا کے درمیان مالی تعلق کی تحقیقات کے دوران یہ انکشاف ہوا ہے۔یہ معاملہ فرید آباد میں زمین کی خریداری سے متعلق ہے۔(ایجنسی)

محمد اظہار

ایودھیا جنکشن کا نام بدل کر "ایودھیا دھام" کر دیا گیا

ایودھیا میں رام مندر تیار ہو رہا ہے، 22 جنوری کو رام مندر کی تقریبات ہوں گی، وہاں کے ایم پی للو سنگھ نے ایکس کے ذریعے ایودھیا ریلوے اسٹیشن کے نام سے متعلق اہم معلومات شیئر کی ہیں، انہوں نے بتایا کہ ایودھیا جنکشن ریلوے اسٹیشن کا نام اب بدل کر ایودھیا دھام جنکشن کر دیا گیا ہے، رام مندر کی تقریب سے پہلے ایودھیا کی ایک بڑی سڑک کو سورج کی تھیم والے بینر سے سجایا جا رہا ہے۔

نوح فسادات: 70 فیصد ملزمان ضمانت پر رہا

31 جولائی کو نوح میں ہونے والے فسادات کے بعد پولیس نے بغیر پوچھ گچھ اور ثبوت کے لوگوں کو اٹھایا۔تشدد کی وجہ سے کوئی گھر لوٹ رہا تھا۔کوئی امتحان دے کر آ رہا تھا۔جن لوگوں کے نام لیے گئے انہیں گرفتار کر لیا گیا۔جو چل بھی نہیں سکتے تھے ان پر بھی فسادات کا الزام لگایا گیا۔125 دنوں میں 580 مقدمات میں ملزمان کی ضمانتیں ہوئیں۔ایک دن میں 40-50 تک کو ضمانتیں دی گئیں۔ایڈووکیٹ طاہر حسین روپڑیا نوح کے فسادات میں ملوث زیادہ تر لوگوں کے وکیل ہیں۔پولیس نے فسادات میں 60 ایف آئی آر درج کیں۔980 مقدمات میں لوگوں کو ملزم بنایا گیا۔420 افراد کو گرفتار کیا گیا۔3 انکاؤنٹر بھی کئے گئے۔اب آہستہ آہستہ ملزمان ضمانت پر رہا ہو رہے ہیں۔مقدمات لڑنے والے وکلا کے مطابق تقریباً 70 فیصد ملزمان ضمانت پر باہر آ چکے ہیں، 420 میں سے نصف یعنی 210 ملزمان کے مقدمات ایڈووکیٹ طاہر لڑ رہے ہیں۔(ایجنسی)

پارلیمنٹ کیس: ملزم کا پولی گراف ٹیسٹ، پولیس نے مانگی اجازت

پارلیمنٹ کی سیکورٹی میں کوتاہی کے معاملہ میں ایک بڑا اپ ڈیٹ سامنے آیا ہے۔دہلی پولیس اس معاملے میں ملزم کا پولی گراف ٹیسٹ کرانے کی تیاری کر رہی ہے۔اس سلسلے میں پٹیالہ ہاؤس کورٹ میں ایک درخواست دائر کر کے ٹیسٹ کی اجازت مانگی گئی ہے۔عدالت اس معاملے کی سماعت 2 جنوری کو کرے گی۔فی الحال تمام ملزمان پولیس کی حراست میں ہیں۔(ایجنسی)

طب وصحت

ویڈیو گیمز کے صحت پر پڑنے والے منفی اثرات

ویڈیو گیمز جدید تفریح کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے، حالیہ دنوں میں ویڈیو گیمز کھیلنے والوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے، سوشل میڈیا کی بنسبت نوجوان اور بچے ویڈیو گیمز پر زیادہ فعال و مستعد نظر آ رہے ہیں۔ بچے اور نوجوان شب و روز کا بیشتر وقت ویڈیو گیمز کھیلنے میں صرف کر رہے ہیں۔اس کا اثر ان کے جسمانی اور دماغی صحت دونوں پر مرتب ہو رہا ہے۔ بچے جتنا وقت ویڈیو گیمز کھیلنے میں صرف کریں گے اتنا ہی ان میں دوسری چیزوں میں اپنی کارکردگی دکھانے کے عوامل کم ہوتے جائیں گے، جسمانی کھیلوں سے دوری بڑھے گی ویڈیو گیمز سے لطف اندوز ہونا زیادہ پسند آئے گا، تعلیم پر ان کی توجہ کم رہے گی، معاشرے سے تعلقات خراب ہوتے جائیں گے، زیادہ ویڈیو گیمز کھیلنا تضیع اوقات کے ساتھ ساتھ دیگر دلچسپ مشاغل کی طرف رجحان کم ہوتا جائے گا۔کسی بھی کام میں زیادتی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے بہت زیادہ ویڈیو گیم کھیلنے سے طلباء کی جسمانی اور ذہنی تندرستی پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

جسمانی صحت کے خدشات: گیمنگ کے توسیعی ادوار اکثر بیہودہ رویے کا باعث بنتے ہیں، جس سے جسمانی سرگرمی کی کمی ہوتی ہے۔گھنٹوں اسکرین پر نظریں جمائے ویڈیو گیمز کھیلنے سے سب سے زیادہ متاثر آنکھیں ہوتی ہیں۔اسکرین سے خارج ہونے والے مقناطیسی شعاعیں بچوں کی آنکھوں کو ہمیشہ کے لیے چشمے کا محتاج بنا سکتی ہے۔نظر کی کمزوری کوئی وبائی مرض نہیں بلکہ یہ انسان کا ایک خود تخلیق کردہ مسئلہ ہے۔اس میں سب سے بڑا کردار موبائل فونز اور دیگر الیکٹرانک چیزوں کا ہے۔ ویڈیو گیمز کی وجہ سے بچوں میں کمزوری، سر میں درد، موٹاپا، پٹھوں کے مسائل، اور قلبی سکون میں کمی مزید برآں گیمنگ سیشن کے دوران خراب کھانسی، کمر اور گردن کے مسائل کا باعث بن سکتی ہے۔اسکرین کے سامنے طویل وقت تک بیٹھنے کی وجہ سے آپ کے بازو اور پیر میں کھینچاو پیدا ہو سکتا ہے۔جسم جتنا غیر محرک رہے گا آپ کا جسم اتنا ہی تکلیف میں رہے گا جو وزن میں اضافے اور مستقل درد شقیقہ کا سبب بن سکتا ہے۔ تسلسل کے ساتھ ویڈیو گیمز کھیلنا دماغی اور اعصابی دونوں کی کمزوری کا باعث بن سکتی ہے۔ بچہ کہیں بھی فیملی کے ساتھ جائے گا تب بھی ہر وقت اس کے ذہن میں ویڈیو گیمز ہی کے مشاہدات سامنے ہوں گے۔

سماجی تنہائی: ضرورت سے زیادہ گیمنگ کرنا سماج سے قطع تعلق اور تنہائی کا باعث بن سکتا ہے۔وہ افراد جو ویڈیو گیمز کی جعلی دنیا میں کافی وقت گزارتے ہیں وہ حقیقی زندگی کے سماجی تعلقات کو نظر انداز کر سکتے ہیں، جس سے ان کے دوستوں اور خاندان کے ساتھ تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ ویڈیو گیمز کے محبین کو تنہائی سے اتنا لگاؤ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک کمرے میں محبوس کر لینا پسند کرتے ہیں جہاں اس کی کانوں تک کوئی آواز نہ پہنچے اور بلا کسی رکاوٹ ویڈیو گیم کھیلنا جاری رکھ سکیں۔تنہائی انسان کو بے حس بنا سکتی ہے اور اہم سماجی مہارتوں کی نشوونما میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

نیند میں خلل: دیر رات تک گیم میں مشغول رہنا نیند کے انداز میں خلل ڈال سکتا ہے۔ جب رات میں نیند پوری نہیں ہوگی تو صبح اسکولوں میں یقیناً آپ کی آنکھیں ضرور بند ہوگی جو کہ بچوں کی تعلیم سے محرومی کا سبب بنے گا۔نیند کی خرابی، دن بھر تھکاوٹ، تنگ مزاجی اور توجہ مرکوز کرنے میں مشکلات کا باعث بن سکتی ہے۔

تعلیمی اور پیشہ ورانہ اثرات: طلباء اور کام کرنے والے پیشہ ور افراد کے لیے، گیمنگ میں زیادہ وقت گزارنے سے تعلیمی کارکردگی اور ملازمت کی ذمہ داریوں پر نقصان دہ اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔تاخیر اور توجہ کی کمی کا نتیجہ ضروری کاموں پر گیمنگ کو ترجیح دینے سے ہو سکتا ہے، طلباء کی اسکولوں میں کارکردگی خراب ہونے لگتی ہے ویڈیو گیمز کھیلنے کی وجہ سے بچوں کی تعلیم پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، کچھ بچے گیمز کھیلنے کی وجہ سے اپنا ہوم ورک تک نہیں کرتے اور وہ اگلے دن ٹیچر سے ڈانٹ کھاتے ہیں، طلباء کا اپنی تعلیم کو سنجیدہ نہ لینا یہ اپنی قابلیتوں و صلاحیتوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔اس سے ان کی زندگی کافی متاثر ہو سکتی ہے کیونکہ تعلیم کے بغیر ان کے لیے کوئی اچھا مستقبل نہیں ہے۔ جتنا زیادہ وقت بچے ویڈیو گیمز کھیلنے میں گزار دیں گے اتنا ہی زیادہ اسکولوں میں بچوں کی کارکردگی خرابی ہوگی۔ ویڈیو گیمز کے عادی بچے اسکول میں کم درجے کے نمبرز حاصل کرتے ہیں۔ بچے جارحانہ رویوں پر عمل کرنے میں بھی کافی وقت صرف کرتے ہیں جیسے کہ اپنے اساتذہ سے بحث کرنا اور لڑائی کرنا وغیرہ۔

جارحانہ رویہ اور غیر حساسیت: ویڈیو گیمز کھیلنے کی وجہ سے بچوں کا رویہ جارحانہ ہو سکتا ہے۔والدین اگر بچے کو ویڈیو گیم کھیلنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے ردعمل میں بے صبری اور چڑچڑاپن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ویڈیو گیمز میں زیادہ تر تشدد ہی دکھایا جاتا ہے اس لیے بچے جیسا دیکھیں گے ویسا ہی رویہ اختیار کریں گے جو ان کے دماغ کو کافی حد تک متاثر کرتا ہے۔حال ہی میں "پب جی" گیم سے متاثر ہونے والے کچھ ایسے بھی افراد تھے جنہوں نے اپنے احباب ہی کو قتل کر ڈالا تھا یہ گیمز اپنے مصارفین کو جنون کی حد تک لے جاتے ہیں جہاں وہ اس سے کچھ بھی کروا سکتے ہیں "بلو ویل" جیسی گیمز اس کی واضح مثال ہے۔

اگرچہ کچھ ویڈیو گیمز تفریحی اور علمی فوائد پیش کرتے ہیں جب اعتدال میں لطف اٹھایا جاتا ہے، یہ بہت ضروری ہے کہ ویڈیو گیم سے وابستہ ممکنہ منفی اثرات کو پہچاننا اور ان کا ازالہ کیا جائے۔ گیمنگ کے لیے متوازن نقطہ نظر کی حوصلہ افزائی، جسمانی سرگرمی کو شامل کرنا، سماجی روابط کو برقرار رکھنا، اور دیگر ذمہ داریوں کو ترجیح دینا افراد کی مجموعی فلاح و بہبود پر ان منفی اثرات کو کم کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔(از: محمد دل شیر علی، علی گڑھ)

Volume:64/74,Issue:01 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

وفا، اخلاص، قربانی، محبت
اب ان لفظوں کا پیچھا کیوں کریں ہم
(جون ایلیا)

بہار کو خصوصی ریاست کا درجہ: محض ایک سیاسی حکمتِ عملی یا سنجیدہ تصور؟

صفدر امام قادری

ادھر جب سے انتخابی مہم کی غیر رسمی ابتدا ہوئی ہے 2024ء پر صاحبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف دونوں کی نگاہ لگی ہوئی ہے۔ سیاسی اور سماجی طرح طرح کے موضوعات منتخب کیے جا رہے ہیں اور آئندہ دنگل کے لیے سب کی تیاریاں زوروں پر ہیں۔ کہنے پر طرح طرح کی باتیں ہیں مگر نشانہ آنے والے پارلیمانی انتخاب اور اس کے بعد ہونے والے ریاستی اسمبلی انتخابات پر زیادہ ہے۔ انھی باتوں کے پیشِ نظر پچھلے دنوں بہار کے وزیرِ اعلیٰ نتیش کمار نے عوامی سطح پر مرکزی حکومت کے سامنے یہ سوال قائم کیا کہ بہار کی پس ماندہ صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے اِسے مرکز کو خصوصی امداد دینی چاہیے اور اس کی ترقی میں معاونت اُسی وقت ممکن ہے جب اِسے خصوصی ریاست کا درجہ عطا کر دیا جائے گا۔ مرکز کی طرف سے اس سلسلے سے کوئی خاص جواب نہیں آیا مگر بہار کے وزیرِ اعلیٰ اور اُن کی پیروی میں دوسرے وزرا اور سیاست داں یہ سوال اٹھاتے رہے ہیں۔ امید یہ ہے کہ سیاسی ضرورت قائم رہی تو یہ ایجنڈا سامنے آئے گا اور اِسی موضوع پر مرکزی حکومت کو حصار میں لینے کی کوشش ہوگی۔

2006ء میں جب بہار میں نتیش کمار کی حکومت بنی، اس وقت سے اب تک خصوصی ریاست کا درجہ دینے کی کئی بار مہم چلی ہے۔ اکثر و بیشتر جب مرکز میں اُن کی حریف جماعتیں ہوتی ہیں، اس وقت اُن کی یہ مہم تیز ہو جاتی ہے۔ منموہن سنگھ کی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں طرح طرح سے یہ سوال اُٹھا، کمیٹیاں بنیں اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ جس سیاسی بساط پہ نتیش کمار نے شطرنج کے مہرے بچھائے ہیں، وہاں سے کوئی نتیجہ خیز جواب آ جائے گا۔ یہ بھی خوب اتفاق ہے کہ یہ سوال اس زمانے میں زیادہ قابلِ توجہ نہیں رہا جب مرکز میں این ڈی اے کی حکومت تھی اور بہار میں نتیش کمار این ڈی اے کے سربراہ کے طور پر موجود تھے۔

اسی سے شبہات قایم ہوتے ہیں کہ اس بارے میں سنجیدگی کتنی ہے اور سیاسی حکمتِ عملی کے تحت سوالات قایم کرنے کا طریقہ اختیار کرنا کیوں کر روا رکھا گیا؟ اِنہیں اسباب سے پچھلے سترہ اٹھارہ برسوں میں مرکزی حکومت نے بھی اس موضوع پر کوئی خاص توجہ نہ دی، چاہے وہ حلیف پارٹیوں کی ہوں یا حریف جماعتوں کی۔ اس سلسلے سے بھی ماضی میں بھی افسروں اور ماہرین کی مختلف کمیٹیاں قائم ہوئیں مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ بہار کو خصوصی ریاست کا درجہ نہ دیا جانا تھا، نہ ملا۔ اور اس طرح بہار کے وزیرِ اعلیٰ نتیش کمار کے ہاتھ میں ایک مستقل ہتھیار بچا رہا جسے وہ سیاسی موقعے کے عین مطابق اُچھالتے رہتے ہیں۔

اس بات میں کوئی کلام نہیں کہ صوبۂ بہار متعدد اسباب سے مُلک کے پچھڑے صوبوں میں سے ایک ہے۔ عوامی وسائل، غربت، کاشت کاری سے آمدنی، تعلیم، صنعت کاری اور روزگار کے مواقع جیسی درجنوں شقیں ہیں جن میں بہار ہندستان کی پچھڑی ریاستوں میں سے ایک ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پس ماندگی کی جڑیں بہت گہری ہیں اور اس کا سلسلہ بھی بہت پہلے سے قایم ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ پچھتر برس سے زیادہ کی آزاد قومیت ہونے کے باوجود صوبۂ بہار کو متوازن اور منظم طریقے سے آگے بڑھانے کے لیے کسی سرکار کی طرف سے ویسی پہل نہیں ہوئی جس سے اسے مُلک کے نمایاں اور ترقی یافتہ صوبوں میں گنا جا سکے۔ یہ ایک ایسا المیہ ہے جس کے مدِ نظر بہار کے مقام و مرتبے کا جائزہ لینا چاہیے اور دوسری ریاستوں کے مقابلے اس کی شناخت کرنی چاہیے۔

بہار کی اب تک کی ساری حکومتوں پر یہ بات ایک الزام کی طرح نافذ ہوتی ہے کہ اس صوبے کی ترقی کے لیے منظم سطح سے کبھی کوشش نہیں ہوئی اور ایک سرکار کے بعد دوسری سرکار کو جس طرح منصوبہ بند طریقے سے کام کرنا چاہیے تھا، اس کی طرف سنجیدگی سے قدم نہیں بڑھائے گئے۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ پس ماندگی کی صورتِ حال میں مزید اضافہ ہوا اور رفتہ رفتہ بہار کا انڈکس گرتا چلا گیا۔ آزادی کے بعد کچھ برسوں کے دوران صنعت کاری کی کوششیں ہوئیں مگر 2000ء میں جھارکھنڈ کی تشکیل کے ساتھ جمشید پور، بوکارو اور دھنباد جیسے صنعتی شہر بہار سے الگ ہو گئے۔ اس زمانے میں جب لالو یادو کی حکومت تھی اور تمام صنعت کاری سے تعلق رکھنے والے علاقوں کے جھارکھنڈ میں چلے جانے پر یہ مذاق قایم ہوتا تھا کہ جھارکھنڈ کے الگ ہو جانے کے بعد بہار میں بالو اور لالو بچیں گے۔ کیوں کہ پورا شمالی بہار سیلاب کی تباہ کاریوں کے لیے دیکھا جاتا رہا ہے اور میدانی علاقے میں ندی کے کٹاو اور سیلاب سے کھیتوں پر بالو پھیل جاتا ہے۔ بہار کے بٹوارے کے 23 برسوں کے بعد صنعت کاری کی طرف کسی ٹھوس پہل کو ہوتے ہوئے ہم دیکھتے نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ جھارکھنڈ کے الگ ہونے کے بعد بہار کو نئے سرے سے گڑھنے کی کوئی خاص تیاری کسی حکومت نے نہیں کی۔

بہار میں تعلیم کے احوال ایک طویل مدت سے دگرگوں رہے ہیں۔ انجینئرنگ اور میڈیکل کے مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری کرنے کے لیے بہار سے ہر سال کئی لاکھ بچے دہلی اور راجستھان کے کوچنگ انسٹی ٹیوٹ میں جا کر پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بی اے اور ایم اے کرنے کے لیے بھی ہر سال لاکھوں بچے بہار سے نکل کر بنگال، اتر پردیش، دہلی، ہریانہ سے لے کر جنوبی ہندستان کی ریاستوں تک پہنچتے ہیں۔ پرائیوٹ میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھی بہار سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بچے ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں داخلہ لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بہار کی حکومتوں نے بڑے پیانے پر اپنی آبادی کے مطابق تعلیمی ادارے بنائے ہوتے تو کیا ایسے کاموں کے لیے لاکھوں لوگوں کو باہر جانے کی ضرورت پڑتی؟ ہرگز نہیں۔ جب انھیں اپنے گھر میں اعلا تعلیم اور کوچنگ کے لیے گنجائشیں نہیں نکلیں گی تو انھیں اپنے گھر، زمین اور کھیت بیچ کر بھی اپنے مستقبل کو روشن کرنے کے لیے آگے آنا ہوتا ہے۔

بہار ایک خاص معاملے میں ایسا بدنصیب صوبہ ہے جہاں مزدوری کرنے کے لیے بھی دو ہزار اور تین ہزار کلومیٹر دور جانے کی مجبوری ہوتی ہے۔ پنجاب اور ہریانہ سے لے کر آسام اور مہاراشٹر تک ملک کا کون سا ایسا صوبہ اور بڑا شہر نہیں ہے جہاں ہر طرح کے مزدوری کے کام کے لیے بہار کے نوجوان اپنا لہو جلاتے ہیں۔ جارج فرنانڈس جب وزیرِ دفاع کے طور پر کارگل میں بن رہی سب سے اونچی سڑک کے جائزے کے لیے پہنچے تو ان کی ملاقات جن دو مزدوروں سے ہوئی، وہ دونوں بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ کورونا کے ابتدائی دور میں پورے مُلک نے ٹیلی وژن پر بہار کے مزدوروں کو پیدل اور سائیکل سے ہزار اور دو ہزار کلومیٹر دور سے اپنے گھر بھوکے پیاسے جیتے مرتے لوٹتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ کیا ان تمام لوگوں کو اس سے آدھی رقم ان کے گھر، گانو یا اپنے صوبے میں مل جاتی تو وہ اپنے وطن اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر اتنی دور کیوں کر جاتے؟ بہار کے اسکول اور کالج ایک طویل مدت سے اساتذہ کی کمی سے ناکارہ بنے ہوئے ہیں۔ نئے اداروں کا قیام تو ہوتا ہی نہیں ہے مگر پرانے اچھے اداروں کو بھی جب تک ناکارہ نہ بنا دیا جائے، بہار میں کسی کو چین نہیں آئے گا۔ حکومت اور حکومت کے اہل کاروں نے مل جل کر تعلیم گاہوں کو بیمار بنا دیا اور وہ اپنا سماجی اور تعلیمی فریضہ ایمان داری سے ادا نہیں کر سکتے۔ اس سے تعلیمی، سماجی، اقتصادی اور نفسیاتی سطح پر بہار کا نوجوان خود کو شکست خوردہ محسوس کرتا ہے۔

آج اگر بہار کو خصوصی ریاست کا درجہ دیا جائے اور اس سلسلے سے حکومتِ ہند فیاضی کے ساتھ بہار میں ہر طرح کی ادارہ سازی کی مہم قایم کر دے تو ممکن ہے کہ صورتِ حال میں تبدیلی آئے۔ ابھی جو تبدیلی نظر آتی ہے، وہ حقیقی زمین پر کم اور جملے میں زیادہ ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سیاسی جملوں سے نہ سیاست کا بھلا ہوتا ہے نہ عام آدمی کا۔ اس وجہ سے حکومتِ بہار کا یہ فریضہ ہے کہ وہ بہار کو خصوصی ریاست کا درجہ دلا کر بہار کی ہمہ جہت ترقی کے لیے ماحول سازی کر رہا ہے تو یہ نیک فال ہے۔

حکومتِ بہار پر ایک کھلا الزام یہ عائد ہوتا ہے کہ مختلف محکموں کے سالانہ بجٹ سے کروڑوں اور اربوں روپے ہر سال اس بات کے لیے واپس ہوتے ہیں کیوں کہ انھوں نے وقت سے اُن پیسوں کو ترقیاتی کاموں میں خرچ نہیں کیا۔ دبے لفظوں میں یہ سوال بھی حزبِ اختلاف کے لوگ حکومتِ بہار سے پوچھتے رہے ہیں کہ جو رقم فی الوقت میسر ہے، اسے خرچ کرنے میں جب آپ پورے طور پر کامیاب نہیں ہیں تو یہ کیسے کوئی مان لے کہ خصوصی ریاست کا درجہ دے کر آپ کو مرکزی حکومت مزید وسائل مہیا کر دے اور ان کا آپ استعمال آپ بھلا کیوں کر پائیں گے؟ اقلیت آبادی کے لیے ہر سال بجٹ میں رقم کم ہوتی جا رہی ہے اور اس سے بڑھ کر اربوں روپے نہیں خرچ کر کے واپس کرنے کی مہم چل رہی ہے۔ اردو مشاورتی کمیٹی سے لے کر اردو اکیڈمی تک پانچ چھے برسوں سے اپنی تشکیلِ نو کے انتظار میں ہے۔ اس میں بھلا مرکزی حکومت سے کون سی منظوری یا خصوصی ریاست کے درجے کی کون سی بات تھی۔ اس لیے سو سوالوں کا ایک سوال یہ ہے کہ صوبۂ بہار کی ترقی کے لیے خصوصی ریاست کے نام پر نئے وسائل میسر آ جائیں تو اس سے بہتر کچھ نہیں مگر یہ صرف دکھانے یا سیاسی روٹی سینکنے کا کام نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بہار ہی نہیں، دوسرے پس ماندہ صوبوں کو بھی مرکزی حکومت کو زیادہ سے زیادہ معاونت دے کر آگے بڑھنے کے لیے راہ ہموار کرنی چاہیے۔ اسی سے ہندستان ترقی یافتہ ملکوں کی فہرست میں شامل ہوگا۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)

WEEK ENDING-01/01/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner